الأربعون النووية

للإمام أبی زکریا یحییٰ بن شرف الدین النووی

ترجمہ وشرح:

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

إعداد وإصدار

مكتب توعية الجاليات بالأحساء قسم البحوث والترجمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

انسان کی زندگی کا سب سے بہترین استعمال یہ ہے کہ اللہ کی کتاب قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے میں عمر عزیز کے قیمتی لمحات صرف کئے جائیں۔قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے معتبر تفسیروں کا مطالعہ اور احادیث کے فہم کے لئے ان کی تشریحات کا دیکھنا مفید ہے۔ احادیث رسول کے مجموعے متعدد عناوین سے مرتب کئے گئے ہیں، جامع ،سنن، مسند، مستدرک، جزء، مستخرج وغیرہ، انھیں عناوین میں ایک عنوان اربعین کا بھی ہے۔اس عنوان کے تحت چالیس ایسی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کو باہم مربوط کرنے والی کوئی قدر مشترک ہوتی ہے مثلا وہ ساری احادیث کسی ایک موضوع پر ہوں یا کسی ایک استاد کی ہوں یا جوامع الکلم میں سے ہوں۔وغیرہ

امام نووی رحمہ اللہ کی زیر نظر اربعین کی احادیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ وہ سب ایسی عظیم اور اہم احادیث ہیں جو دین کی اساسیات اور کلی

قواعد پر مشتمل ہیں جنھیں اہل علم نے اسلام کا چوتھائی یا تہائی یا آدھا قرار دیا ہے۔ اس مجموعہ کی اسی اہمیت کی بنا پر اہل علم میں اسے بڑی پذیرائی ملی اور اس کی پچاسوں شرحیں لکھی گئیں۔ اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے علماء اور عوام ہر دو طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل ہے، شاید یہ مؤلف کے اخلاص کا نتیجہ اور اسی کی برکت ہے کیونکہ مقبولیت اور بقاء ذکر خیر یقیناً اللہ کی جانب سے ہے جس میں بندوں کی اپنی خواہش وتمنا اور جہد ومشقت کا دخل نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد اللہ بخشندہ

احساء اسلامک سینٹر نے اربعین نووی کی اسی اہمیت کو دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف زندہ زبانوں میں اس کے ترجمے اور مختصر شرح کی منصوبہ بندی کی، اردو زبان میں اس کے ترجمہ وتشریح کی ذمہ داری مجھ ناچیز پر آئی چنانچہ میں نے اسے اپنے لئے ایک سعادت سمجھا اور بلا تاخیر اللہ تعالی کی مدد اور توفیق سے کام شروع کر دیا، مختلف شروحات سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ناسپاسی ہوگی اگر استاذ ڈاکٹر بندر بن نافع بن برکات

العبدلی کی کتاب(الدرر السنية بفوائد الأربعين النووية) کا ذکر نہ ہو جس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

اس شرح کی بعض خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہر حدیث کو نئے صفحہ سے شروع کیا گیا ہے اور قول رسول ﷺ کو جلی حروف میں لکھا گیا ہے تاکہ قاری کے لئے سہولت و آسانی ہو۔

۲۔ حدیث پر کوئی عنوان دینے کے بجائے اس کا نمبر لکھا گیا ہے کیونکہ ہر حدیث کئی مضمون کی جامع ہے ایسی صورت میں ایک مضمون کے اختیار سے بقیہ موضوعات کا ترک لازم آتا اور اگر عنوان میں کئی موضوعات درج کردیئے جاتے تو یہ طوالت ایک تو گراں بار ہوتی دوسرے عنوان کے مزاج اختصار کے خلاف ہوتی۔

۳۔ حدیث کے ترجمہ کے بعد فوائد واحکام کا عنوان دے کر نمبر وار نقاط کی شکل میں مسائل ومطالب کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ قرآنی آیات پر اعراب لگادیا گیا ہے نیز سورت کا نام اور آیت نمبر کا حوالہ ذکر کردیا گیا ہے۔

۵۔ تشریح کے اندر اختصار کے پیش نظر عموما احادیث کے ترجموں پر

اکتفا کیا گیا ہے لیکن اگر کبھی کسی فائدہ کی خاطر عربی متن کا ذکر کیا گیا ہے تو اس پر بھی اعراب لگا دیا گیا ہے۔

٦۔ چونکہ یہ کتاب عام لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے نیز اختصار پیش نظر رہا ہے اس لئے احادیث کی مکمل تخریج اور مفصل حوالوں کے بجائے صرف حدیث کی کتاب کا نام ذکر کر دینے پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ احادیث کی صحت کا پورا خیال رکھا گیا ہے، ضعیف اور موضوع احادیث سے کلی احتراز کیا گیا ہے۔

٧۔ خدا، نماز، روزہ وغیرہ جیسے عجمی اصطلاحات سے گریز کر کے ان کے بدلے عربی شرعی اصطلاحات ہی کو باقی رکھا گیا ہے، نیز حضرت، حضور وغیرہ جیسے تصوف سے درآمد کلمات سے بھی اجتناب کیا گیا ہے۔

٨۔ عام فہم، سلیس اور سہل ورواں الفاظ وتراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔ بھاری بھرکم، مغلق وپیچیدہ اور مشکل الفاظ نیز بوجھل ترکیبوں سے پرہیز کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی کی ذات کریم سے امید ہے کہ یہ شرح ان شاء اللہ موجودہ صورت میں فی الحال اردو زبان میں پائی جانے والی تمام شروحات سے ممتاز

متوسط حجم کی سب سے بہترین اور عمدہ شرح ہے جس میں نہ اس قدر اختصار ہے کہ ضروری مطالب بھی نہ آسکیں اور نہ اس قدر تطویل ہے کہ اکتاہٹ پیدا ہو جائے۔

ہر مسلمان کو یہ بات معلوم ہے کہ کمال صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہے۔ انسان نہ خطا ونسیان سے محفوظ ہے اور نہ عیوب ونقائص سے مبرا، لہٰذا محترم قارئین سے گذارش ہے کہ اس شرح کے اندر جو چیز بھی قابل ملاحظہ محسوس فرمائیں مطلع کر کے مشکور ہوں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اسے بھی اصل کتاب کی طرح دنیا میں مقبولیت کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور آخرت میں میزان عمل کو وزنی کرنے کا ذریعہ بنائے۔آمین

طالب دعا
عبدالہادی عبدالخالق مدنی
داعی احساء اسلامک سینٹر سعودی عرب

تقریظ

بسم الله والحمد لله والصلاۃ والسلام علی رسول الله و بعد:

اربعین نووی کا زیر نظر ترجمہ اور شرح ہمارے فاضل اور قابل احترام بھائی شیخ عبدالہادی عبد الخالق مدنی حفظہ اللہ نے کیا ہے ۔موصوف کے ساتھ ہمارا برادرانہ تعلق جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ ہی سے رہا ہے کہ جہاں آپ ہمارے کرمفرما شیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ہم جماعت رہ چکے ہیں۔

اس پوری کتاب کو میں نے انہماک سے حرفاً حرفاً پڑھا اور الحمدللہ بہت ہی عام فہم، سلیس اور درست ومفید پایا۔ جہاں کہیں میں نے تبدیلی کی ضرورت محسوس کی اس کا موصوف کو مشورہ دیا اور اگر کہیں طباعت کی کمی زیادتی تھی تو وہاں سرخ قلم کے ذریعے نشان لگا دیئے ہیں۔

اللہ کرے کہ بھائی کی یہ کاوش برآور اور ان کے لئے باعث نجات اور ثواب دارین اور قارئین کے واسطے مشعل راہ بنے ۔فرمودات رسول ہی تفسیر کلام الہٰی اور اساس دین ہیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسلام

خیراندیش/محمد عالم نذیر احمد السّلفی

المکتب التعاونی، جالیات السوق الدمام

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ امام نووی رحمہ اللہ

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لئے جو آسمانوں اور زمینوں کا سنبھالنے والا، تمام مخلوقات کی تدبیر کرنے والا، قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ بندوں کی ہدایت اور دین وشریعت کی وضاحت کے لئے رسولوں کا بھیجنے والا ہے۔ میں اس کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے مزید فضل وکرم کا طالب ہوں۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ واحد قہار اور کریم وغفار اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اور خلیل ہیں، مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ قرآن مجید عطا فرما کے آپ کو عزت بخشی گئی جو صدیاں گذرنے کے باوجود ایک باقی رہنے والا معجزہ ہے، اور آپ کی احادیث اور سنتیں رشد وہدایت کے متلاشیوں کے لئے مینارۂ نور ہیں، آپ کو جامع کلمات اور آسان دین سے سرفراز فرمایا گیا، آپ پر اور تمام نبیوں اور رسولوں پر اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمتیں نازل ہوں اور ہر ایک کے آل پر اور سارے نیک بندوں پر۔ أما بعد!

طرق کثیرہ اور روایات متنوعہ کے ذریعہ علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری امت کے لئے اس کے دین کے بارے میں چالیس احادیث محفوظ کردی اللہ تعالی اسے بروز قیامت علماء اور فقہاء کی جماعت میں مبعوث فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے عالم اور فقیہ بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ اور ابوالدرداء کی روایت میں ہے کہ میں بروز قیامت اس کا سفارشی اور گواہ رہوں گا۔ اور ابن مسعود کی روایت میں ہے: اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہتے ہو داخل ہوجاؤ۔ ابن عمر کی روایت میں ہے: اس کا نام علماء کی جماعت میں لکھا جائے گا اور شہداء کی جماعت میں اس کا حشر ہوگا۔

مذکورہ حدیث کی بہت سی سندیں ہونے کے باوصف حفاظ حدیث اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں لیکن علماء نے اس باب میں بے شمار تصنیفات کی ہیں۔ میرے علم کے مطابق سب سے پہلی تصنیف عبد اللہ بن مبارک کی ہے، پھر عالم ربانی محمد بن اسلم طوسی کی، پھر حسن بن سفیان النسوی، ابوبکر آجُرّی، ابوبکر محمد بن ابراہیم اصفہانی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابوعبدالرحمٰن السلمی، ابوسعد المالینی، ابو عثمان الصابونی، محمد بن عبد اللہ

الأنصاری، ابوبکر بیہقی، اوران کے سوا متقدمین ومتاخرین میں سے بے شمار لوگوں کی تصانیف ہیں۔

ان ائمۂ اعلام اورحفاظ اسلام کی اقتدا کرتے ہوئے میں نے بھی چالیس احادیث جمع کرنے کے لئے اللہ تعالی سے استخارہ کیا نیز علماء اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔(حاشیہ ضرور دیکھیں)اس کے باوجود میرا اعتماد اس حدیث پر نہیں ہے بلکہ

حاشیہ: اللہ تعالی امام نووی پر رحم فرمائے ، انھوں نے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق نقل تو کر دیا لیکن خود اس پر مطمئن نہیں ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ میرا اعتماد ان ضعیف احادیث پر نہیں بلکہ فلاں فلاں صحیح احادیث پر ہے۔کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کے جواز میں علماء کا اتفاق ہے ہی نہیں۔ بہت سے اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ کسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں خواہ وہ عقیدہ واحکام سے متعلق ہو یا فضائل اعمال سے۔علامہ ابن حزم،علامہ ابن العربی اورامام خطابی وغیرہ کی یہی رائے ہے اور یہی رائے سب سے زیادہ درست ہے۔بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر حدیث فضائل اعمال کی ہوتو چند شرطوں کے ساتھ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔پہلی شرط یہ ہے کہ وہ سخت ضعیف نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی اصل عام کے تحت داخل ہو۔(یعنی اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ کسی اصل عام سے ثابت ہو)۔تیسری شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے تاکہ آپ ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ کی بات نہیں ہے بلکہ احتیاط کا عقیدہ رکھا جائے۔

صحیح احادیث میں نبی ﷺ کے اس قول پر ہے: تم میں سے حاضر لوگ غائب لوگوں تک پہنچادیں۔(متفق علیہ)

نیز نبی ﷺ کے اس ارشاد پر ہے کہ اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا پھر جس طرح سنا تھا اسے پہنچادیا۔(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح قرار دیا ہے)

کچھ علماء نے اصول دین کی چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور بعض نے فروع دین کی، کسی نے جہاد کے موضوع پر جمع کی ہیں اور کسی نے آداب کے اور کسی نے خطبات جمع کئے ہیں اور یہ سب نیک مقاصد ہیں اللہ ان کی کاوشیں قبول فرمائے۔

میں نے ان سب سے زیادہ اہم ایسی چالیس احادیث جمع کرنے کا خیال کیا جو ان تمام موضوعات پر مشتمل ہوں اور ہر حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہو جس کے بارے میں علماء نے یہ فرمایا ہو کہ اس پر دین کا مدار ہے یا وہ نصف اسلام یا ایک تہائی اسلام ہے یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہی گئی ہو۔

ہم ان تمام چالیس احادیث میں صحت کی پابندی کریں گے۔ واضح رہے کہ اکثر احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہیں۔ ہم نے ان کی سندیں حذف کردی ہیں تاکہ انھیں یاد کرنے اور ان سے نفع اٹھانے میں باذن اللہ سہولت ہو۔ ہم پھر ایک مستقل باب میں مشکل الفاظ کی شرح کریں گے۔

آخرت کی رغبت رکھنے والے ہر شخص کو ان احایث کا علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ یہ بہت اہم امور پر مشتمل ہیں اور جملہ اطاعت کے کاموں پر متنبہ کرنے والی ہیں اور یہ بات ذرا سا غور کرنے سے ہر شخص پر ظاہر ہے۔

اللہ پر میرا اعتماد ہے۔ میں اسی کو اپنے امور سونپتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں ، ہر قسم کی تعریف اسی کے لئے زیبا ہے اور تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور توفیق وعصمت اسی کی طرف سے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۱)

عَـنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَـنْـهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ **إِنَّـمَـا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ**

(رواه إماما المحدثين البخاری الجعفی و أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری رضی الله تعالی عنهما فی صحيحيهما الذين هما أصح الكتب المصنفة)

ترجمہ:

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ تمام اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی چنانچہ جس شخص کی ہجرت (بہ اعتبار نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت (بہ اعتبار انجام بھی) اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جس کی ہجرت (بہ

اعتبار نیت) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہے تو اس کی ہجرت (بہ اعتبار انجام) اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ (اس حدیث کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح کتابوں میں کی ہے، واضح رہے کہ یہ دونوں کتابیں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں)

فوائدواحکام:

۱۔ یہ ایک عظیم حدیث ہے، علماء اس کی صحت وقبولیت پر متفق ہیں۔ امام بخاری نے اسی حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے۔اس حدیث پر مدار دین ہے، عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کا قول ہے: جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے اسی حدیث سے اس کی ابتدا کرے۔

۲۔اس حدیث کے شان ورود کے طور پر ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص مدینہ کی ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن اس عورت نے ہجرت کے بغیر شادی کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ اس شخص نے اس عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کی ، اسی بنا پر مہاجر ام قیس کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ کسی صحیح سند سے اس کی کوئی اصل ہمیں نہیں ملی۔

۳۔کوئی عمل نیت کے بغیر نہیں ہوتا، انسان پہلے دل میں نیت کرتا ہے پھر اس کو عملی شکل دیتا ہے۔اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالی

ہمیں نیت کے بغیر عمل کا مکلّف کرتا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوتی۔

حدیث کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اعمال کا صلاح وفساد یا ردوقبول اور ثواب وعقاب نیت کے مطابق ہوتا ہے۔

۴۔ایک مسلمان کو اپنی نیت کی اصلاح ودرستگی کی فکر ہمیشہ دامن گیر ہوتی ہے، وہ اپنے ہر عمل میں ایسی ہی نیت کرتا ہے جس سے اللہ تعالی کی قربت اور اس کی جنت نصیب ہونے والی ہو، سلف صالحین کو نیتوں میں اخلاص کی بڑی فکر ہوتی تھی اور وہ اس پر بہت توجہ دیا کرتے تھے۔

نیت اگر نیک ہو تو مباحات مثلا کھانا پینا، سونا جاگنا اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا وغیرہ بھی باعث اجر وثواب ہوجاتے ہیں۔آدمی اگر کھاتے اور سوتے ہوئے یہ نیت رکھے کہ اس سے اللہ کی اطاعت پر طاقت حاصل ہوگی اور نشاط لوٹ آئے گا تو اس پر ثواب پائے گا۔

۵۔نیت کی دو قسمیں ہیں ایک اس بات کی نیت کہ وہ کس کی خاطر یہ عمل کرنے جارہا ہے؟ کیا محض اللہ کی خاطر، اگر ایسا ہے تو اسی کا نام اخلاص ہے جس کے بغیر اللہ کے نزدیک کوئی عمل قابل قبول نہیں، اگر کوئی عمل اللہ کی خاطر نہ ہو بلکہ غیر اللہ کے لئے ہو کسی بت یا ولی کے لئے ہو یا ریا ونمود اور دولت وشہرت وغیرہ کے حصول کے لئے ہو تو وہ عمل اخلاص سے عاری اور شرکیہ ہوجاتا ہے نیز نجات کے بجائے ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔نیت کی دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ عبادت اور عادت میں نیز خود عبادات میں

ایک دوسرے سے تمیز ہوتی ہے مثال کے طور پر غسل کرتے ہوئے بدن کی صفائی کی نیت ہے یا جنابت سے طہارت کی۔ایسے ہی عبادت کرتے ہوئے فرض کی نیت ہے یا نفل کی۔وغیرہ

۶۔نیت کا مقام دل ہے نہ کہ زبان اور اللہ عزوجل کو دلوں کا حال خوب معلوم ہے لہذا نیت کو زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ لفظی نیت شریعت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ایک بدعت ہے۔

۷۔کسی مفہوم کو ذہن سے قریب کرنے کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز ہے جس طرح نبی ﷺ نے مثال بیان کرکے یہ وضاحت فرمائی کہ ایک ہی عمل نیت کے مختلف ہونے کی بنا پر کس طرح گناہ یا ثواب بن جاتا ہے۔

۸۔ہجرت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ہجرت مکانی اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ملک میں اپنے دینی شعائر آزادانہ طور پر ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کو چھوڑ کر ایسے ملک چلا جائے جہاں اسے اس کی آزادی حاصل ہو۔

(۲) ہجرت عمل اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے جیسا کہ صحیحین کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے۔

(۳) ہجرت عامل اور وہ یہ ہے کہ بدعتی اور فاسق کو چھوڑ دیا جائے،ان سے ترک تعلق کرلیا جائے حتی کہ وہ اپنی بدعت اور نافرمانی سے باز آجائیں۔ البتہ اگر ان کو چھوڑنے میں مصلحت نہ ہو تو نہ چھوڑا جائے۔

حدیث (۲)

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَايُرَىٰ عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّىٰ جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَىٰ رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَىٰ فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْأَسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ **اَلْأَسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَن لَّاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً** قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ الْأَيْمَانِ قَالَ **أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ** قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْأَحْسَانِ قَالَ **أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِن لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ **مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ** قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ **أَنْ تَلِدَ**

الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَآءَ الشَّآءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيّاً ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ **أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟** قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ **فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص خوب سفید کپڑوں اور سخت کالے بالوں میں نمودار ہوا، اس پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ٹیک دیئے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنی دونوں رانوں پہ رکھا اور سوال کیا: اے محمد! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور صلاۃ قائم کرو اور زکاۃ دو اور رمضان کا صوم رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچنے کی تم میں استطاعت ہے۔ اس نے کہا: آپ سچ

فرماتے ہیں ۔ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی (جواب کی) تصدیق کرتا ہے ۔ اس نے پھر کہا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ ۔ اس نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں ۔ پھر کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو تو وہ یقیناً تمھیں دیکھ رہا ہے ۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجئے؟ آپ نے فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا: تو اس کی علامات کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: (چند علامات یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی آقا (مالکن) کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیر، ننگے بدن، فقیر اور بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے ۔ پھر وہ چلا گیا، میں ایک مدت تک منتظر رہا (پھر ایک دن) نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا تمھیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے

رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: وہ جبریل تھے،تم کوتمھارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

ا۔ یہ حدیث بہت عظیم ہے،''حدیث جبریل'' کے نام سے مشہور ہے۔اس کے اندراجمالی طور پر پورے دین کا ذکر ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جبریل تم کوتمھارا دین سکھلانے آئے تھے۔

۲۔فرشتے کبھی انسانی شکل اختیار کرکے آتے ہیں۔ نبی ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام بہ کثرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آیا کرتے تھے۔

۳۔ طالب علم کو اپنے استاد کے سامنے بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔

۴۔ اس حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان کا بیان ہے جس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۵۔اس حدیث میں ایمان اوراسلام کے درمیان فرق کیا گیا ہے، اسلام اعضاء وجوارح کے ظاہری اعمال کو کہا گیا ہے جبکہ ایمان میں قلبی اعمال ذکر کئے گئے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ جب اسلام وایمان کو اکٹھا ذکر کیا جائے تو دونوں دوالگ الگ مفہوم رکھتے ہیں لیکن اگر صرف کسی ایک کا

ذکر ہوتو اس کے اندر دونوں کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔اسی لئے اہل علم کا قول ہے: ''ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن نہیں'' کیونکہ ایمان جس کے دل میں رچ بس جائے گا وہ اسلام کے اعمال ضرورانجام دے گا لیکن جو شخص اسلام کے ظاہری اعمال انجام دے رہا ہے ضروری نہیں کہ اس کا دل ایمان پر پوری طرح مطمئن ہو۔

۶۔اعمال ایمان میں داخل ہیں،ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

۷۔ایمان کے چھ ارکان ہیں: (۱) اللہ پر (۲) اس کے فرشتوں پر (۳) اس کی کتابوں پر (۴) اس کے رسولوں پر (۵) یوم آخرت پر (۶) تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لانا

ایمان باللہ کے ضمن میں اللہ کے وجود،اس کی ربوبیت والوہیت اور اسماء وصفات پر ایمان لانا داخل ہے۔یعنی وہ سارے جہان کا پالنہار ہے، تمام اگلوں پچھلوں کی عبادت کا تنہا مستحق ہے۔ ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔اپنی ہر چھوٹی بڑی مخلوق اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا اسے علم ہے۔اس کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں۔اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں،اس کے پیارے پیارے نام اور بلند کمالات ہیں جو اس کے شایان شان ہیں،ہم ان پر ویسے ہی ایمان رکھتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں خبر دی ہے، نہ اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ ہی مثال، نہ ہی اس

کی تاویل کرتے ہیں اور نہ ہی تحریف وتعطیل۔

فرشتوں پر ایمان میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اللہ کی ایک مخلوق ہیں، اس کے معزز بندے ہیں، وہ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، نور سے پیدا کئے گئے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، کسی اکتاہٹ کے بغیر شب وروز اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، وہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کی گنتی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ کچھ فرشتوں کے مخصوص کاموں کا ذکر بھی قرآن وحدیث میں آیا ہے ان پر ایمان بھی فرشتوں پر ایمان کا ایک حصہ ہے۔

کتابوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف رسولوں پر بہت سی کتابیں نازل فرمائیں، وہ سب حقیقت میں اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ ان میں کچھ کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے مثلا توریت وانجیل وزبور ہم ان پر نام بنام ایمان رکھتے ہیں اور بہت سی کتابوں کا نام معلوم نہیں ہم ان پر مجملاً ایمان رکھتے ہیں۔ نیز یہ ایمان بھی رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے ذریعہ تمام سابقہ کتابیں منسوخ ہوگئی ہیں اور قرآن مجید ان سب پر حاکم اور فیصل ہے۔

رسولوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت اللہ تعالی کی طرف سے برحق ہے۔ ایک کی رسالت کا منکر تمام کی رسالت کا منکر مانا

جائے گا۔سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول محمد ﷺ ہیں ۔جن نبیوں اور رسولوں کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر نام بنام ورنہ اجمالی طور پر ایمان رکھنا ہے۔ان سے متعلق ثابت اور صحیح خبروں پر ایمان لانا ہے اور اپنی طرف بھیجے گئے رسول کی شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔

یوم آخرت پر ایمان کے ضمن میں ان تمام باتوں پر ایمان لانا داخل ہے جو موت کے بعد قبر کے عذاب وآرام ،مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا، جزا وحساب اور جنت وجہنم وغیرہ سے متعلق قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

تقدیر پر ایمان اس بات کو شامل ہے کہ اللہ تعالی کو ساری چیزوں کا اجمالی اور تفصیلی علم حاصل ہے،اس نے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، اس کی مشیئت اور چاہت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا ،نہ کوئی ذرہ اپنی جگہ سے اڑسکتا ہے اور نہ کوئی پتہ ہل سکتا ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء اپنی ذات وصفات اور حرکات ہر اعتبار سے اللہ کی مخلوق ہیں۔

۸۔احسان کے لفظی معنی ہیں کسی کام کو عمدہ اور بہتر انداز میں کرنا۔ اصطلاح میں احسان کی دوقسمیں ہیں: ایک تو اللہ کی عبادت میں احسان جس کا اس حدیث میں ذکر ہے یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے۔یعنی بندہ ایسے شوق ورغبت سے اللہ کی عبادت کرے گویا وہ اللہ کو اپنے دل کی آنکھوں سے

دیکھ رہا ہے اور اگر اس کو یہ مقام حاصل نہیں تو یہ یقین لازمی طور پر ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں حسن سلوک کا رویہ اپنایا جائے۔ ان کے ساتھ جود وسخا کیا جائے، ان کی مصیبتوں میں کام آیا جائے، ان سے مسکراہٹ اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملا جائے اور دیگر اعمال خیر انجام دیئے جائیں۔

۹۔ قیامت کے قائم ہونے کا متعین وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا) یعنی وقت قیامت کے بارے میں ساری مخلوق کا علم یکساں ہے اللہ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔ جو شخص قیامت قائم ہونے والے وقت کے جاننے کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اور جو اس کے دعوے کی تصدیق کرے وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ غیب دانی کا دعوی ہے اور غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

۱۰۔ عالم جواب نہ معلوم ہونے پر یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں، اس سے اس کے مقام و مرتبے میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کی دینداری کی دلیل ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے قیامت کے وقت کا علم نہ ہونے پر صاف صاف کہہ دیا کہ جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

۱۱۔ اس حدیث میں قیامت کی بعض علامات کا بیان ہے۔ (۱)

لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی۔ یعنی فتوحات ہوں گی اور لونڈیاں بڑھ جائیں گی اور ایسے ہی ان کی اولاد بھی، پھر ماں اپنے آقا کی لونڈی ہوگی اور اس سے ہونے والی اولاد اس کے آقا کے درجے میں ہوگی۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لونڈی سے بچی پیدا ہوگی اور وہ بڑی ہوکر ایسی امیر ہوگی کہ اپنی ماں جیسی لونڈیوں کی مالک ہوگی گویا اس حدیث میں مال ودولت کی کثرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز بہت سے اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ قیامت کے قریب اولاد نافرمان اور خودسر ہوجائے گی اور اپنے والدین کے ساتھ غلاموں اور لونڈیوں جیسا سلوک کرے گی۔

(۲) آپ ننگے پاؤں، ننگے بدن، فقیر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یعنی پست قسم کے لوگ سردار بن جائیں گے اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اونچی بلڈنگیں اور بلند وبالا عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں فخریہ مقابلہ کریں گے۔

۱۲۔ لوگوں کی ضرورت کے مطابق عالم سے کوئی سوال کرنا بھی تعلیم کا ایک طریقہ ہے کیونکہ اس واقعہ میں جبریل علیہ السلام نے صرف سوالات کیئے تھے پھر بھی نبی ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا کہ وہ تم کو تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔

حدیث (۳)

وَعَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ **بُـنِيَ الْأَسْلاَمُ عَلَىٰ خَمْسٍ شَهَادَةِ أَن لَّاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْـدُهُ وَرَسُـوْلُـهُ وَإِقَـامِ الـصَّلاَةِ وَإِيْتَـآءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ** (متفق عليه)

ترجمہ:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔[۱] اس بات کی گواہی دینا کہ نہیں کوئی سچا معبود سوائے اللہ کے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔[۲] صلاۃ قائم کرنا[۳] زکاۃ ادا کرنا[۴] حج کرنا[۵] رمضان کا صوم رکھنا (اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔اس حدیث میں اسلام کے پانچوں ارکان کا بیان ہے۔

۲۔اسلام کا پہلا رکن شہادتین ہے جس کا مطلب ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اس کو نبی ﷺ نے پہلا رکن قرار دیا کیونکہ اس کلمہ کے اقرار کے بغیر جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات ناممکن ہے اور کوئی عبادت شہادتین میں مذکورہ دونوں شرطوں کے بغیر مقبول نہیں۔ایک اخلاص جو لا الہ الا اللہ کا معنی ہے اور دوسرے اتباع سنت جو محمد رسول اللہ کا تقاضا ہے۔

۳۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی عبادت و پرستش کا یکا وتنہا مستحق اللہ کی ذات ہے، وہی سچا اور برحق معبود ہے،اس کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ طاغوت اور جھوٹے معبود ہیں اور ان کی پرستش کرنے والے باطل پرست ہیں۔

۴۔ محمد ﷺ کو رسول ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے حکموں کی اطاعت کی جائے ،آپ کی خبروں کی تصدیق کی جائے ،آپ کی روکی ہوئی چیزوں سے اجتناب کیا جائے اور اللہ کی عبادت کا وہی طریقہ اپنایا جائے جو آپ ﷺ کی شریعت میں ہے۔

۵۔صلاۃ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق انجام دیا جائے ،اس کے شروط وارکان اور واجبات وسنن کا لحاظ کیا جائے اور خشوع وخضوع کے ساتھ دل لگا کر ادا کیا جائے۔

صلاۃ کی پابندی کرنے والے کے لئے بڑی خوشخبریاں ہیں۔ بروز قیامت سب سے پہلے صلاۃ ہی کا حساب ہوگا جس کی صلاۃ درست ہوئی اس کے سارے اعمال درست ہوں گے اور جس کی صلاۃ خراب رہی اس کے سارے اعمال خراب ہوں گے۔(صحیح الجامع)

۶۔ زکاۃ کی ادائیگی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے مال میں غریبوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور زکاۃ کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جائے۔

زکاۃ کی ادائیگی سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور حرص وطمع اور بخل جیسے برے اوصاف سے نفس کو پاکی نصیب ہوتی ہے اس کے برخلاف زکاۃ نہ ادا کرنے سے دنیا میں قحط سالی پڑتی ہے (مسند احمد) اور آخرت میں اس مال کی تختیاں بنا کر اور اسے آگ میں تپا کر اس سے زکاۃ نہ دینے والے کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا نیز یہی مال گنجے سانپ کی شکل میں آکر اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اسے اپنے جبڑوں سے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔(بخاری)

۷۔ حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی غرض سے حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ کا رخ کیا جائے اور طواف کعبہ، صفا ومروہ کے درمیان سعی، وقوف عرفہ، مزدلفہ ومنیٰ میں شب گذاری، رمی جمرات اور حلق وتقصیر وغیرہ جیسی مخصوص عبادات بجالائی جائیں۔

ہر تندرست اور مستطیع مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔حج مقبول ایک بہت بڑی سعادت ہے جس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ نبی ﷺ نے ایک حدیث میں ارشادفرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا، نہ کوئی بیہودہ گوئی کی اور نہ کوئی فسق کا کام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوکر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔(بخاری ومسلم)

۸۔صوم رمضان سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں اللہ کی عبادت کی غرض سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہر دن کھانے پینے اور جماع بلکہ صوم کوختم کردینے والی ہر چیز سے دور رہا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا صوم رکھا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔(متفق علیہ)

۹۔اسلام کے مذکورہ ارکان میں سے کسی رکن کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے اسے ترک کرنے والا کافر ہوجائے گا البتہ سستی اور کاہلی سے چھوڑنے والا سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق ہوگا لیکن ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوگا سوائے صلاۃ کے کہ محققین اہل علم کی ایک معتبر تعداد نے سستی کاہلی سے بھی تارک صلاۃ کوخارج از ملت قرار دیا ہے۔

حدیث (۴)

وَعَـنْ أَبِـيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَـالَ حَـدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ **إِنَّ أَحَدَكُمْ يُـجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذَالِكَ ثُـمَّ يَـكُـوْنُ مُـضْـغَةً مِّثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَـنْـفُـخُ فِيْـهِ الـرُّوْحَ وَيُـؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَـمَـلِـهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لاإِلٰـهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَـعْـمَـلُ بِـعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِـقُ عَـلَيْـهِ الْـكِتَـابُ فَيَـعْـمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَـدَكُـمْ لَيَـعْـمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِـقُ عَـلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا**

(رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ:

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ہم سے ایک حدیث بیان فرمائی، آپ سچے بھی ہیں اور آپ کی سچائی تسلیم بھی کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے پھر اتنے ہی دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اس کی طرف فرشتے کو بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ رزق، مدت عمر، عمل اور نیک بخت ہے یا بد بخت۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک جنت اور اس کے بیچ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی کتاب (تقدیر) آگے بڑھ جاتی ہے اور جہنمیوں کا سا عمل کرنے لگ جاتا ہے پھر جہنم میں چلا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی جہنمیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہتا ہے پھر اس کی کتاب آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کا سا عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

ا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تخلیق کئی مراحل سے گذرتی ہے۔ چالیس دن نطفہ کی شکل میں ، پھر چالیس دن خون کے لوتھڑے کی شکل میں ، پھر چالیس دن گوشت کی بوٹی کی شکل میں ۔ایک سوبیس دن مکمل ہونے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

۲۔ بچہ کی تخلیق کاان مراحل سے گذرنااللہ عزوجل کی حکمت سے ہے۔

۳۔ پیٹ کے بچہ کی تقدیر لکھنے کے لئے اللہ کی جانب سے ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۴۔ پیٹ کے بچہ پرایک سوبیس دن گذرجانے کے بعداسقاط جائز نہیں کیونکہ اتنے دنوں کے بعداس کے جسم میں جان ڈال دی جاتی ہےاور کسی جان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔البتہ اس سے پہلے اسقاط کے بارے میں علماء کا اختلاف ہےمگرزیادہ راجح یہی ہے کہ وہ بھی جائزنہیں، ہاں! اگر اس کے اسقاط میں کوئی شرعی مصلحت ہے یا اسقاط نہ کرنے میں ماں پرضرر ہےتو حرج نہیں۔

۵۔روح پھونکے جانے کے بعدجو بچہ پیٹ سے گرجائے اس کوغسل دیاجائے گااوراس کی تکفین وتدفین کی جائے گی اوراس پرصلاۃ جنازہ پڑھی

جائے گی۔روح پھونکے جانے سے پہلے اسقاط کا یہ حکم نہیں۔

٦۔ انسان کی تقدیر اس کی ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہے، اسے تقدیر عمری کہتے ہیں۔اس سے قبل لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے، اسے تقدیر ازلی کہتے ہیں۔ ہر سال شب قدر میں بھی تقدیر لکھی جاتی ہے، اسے تقدیر حولی کہتے ہیں۔

٧۔تقدیر پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ کے تقسیم کردہ رزق پر راضی رہے کیونکہ وہی اس کی قسمت میں ہے اور اس رزق کی تکمیل کے بغیر اس کی موت نہیں ہوسکتی۔آدمی دوسروں کی دولت پر نظر نہ رکھے اور نہ ہی بلا ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کرے بلکہ روزی کمانے کے اسباب وذرائع کو اختیار کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو پاکدامنی چاہتا ہے اللہ تعالی اسے پاکدامن رکھتا ہے اور جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ تعالی اسے بے نیاز کردیتا ہے۔(متفق علیہ)

٨۔ ہر انسان کی موت اسی وقت سے مقدر ہے جبکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا کہ وہ کس ساعت اور کس ملک میں مرے گا۔

٩۔ ہر انسان کا عمل اور انجام دونوں مقدر ہے۔اگر کوئی پوچھے کہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی سوال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد

فرمایا: عمل کرو کیونکہ ہر شخص کے لئے وہی راستہ آسان ہوگا جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اگر نیک بخت ہے تو نیک بختوں کا سا عمل اس کے لئے آسان ہوگا اور اگر بد بخت ہے تو بد بختوں کا سا عمل ۔ (متفق علیہ) اگر آپ اپنے دل میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کی رغبت پا رہے ہیں تو یہ خوش آئند بات ہے اور اگر اس کے برخلاف کوئی اور حالت ہے تو جلد از جلد اپنے دل کا علاج کریں ۔

۱۰۔ قسم کا مطالبہ کئے بغیر قسم کھانا جائز ہے ۔ حدیث میں جس بات پر قسم کھائی گئی ہے وہ ایک غیبی چیز تھی اس لئے قسم کے ذریعہ اس کی تاکید کی ضرورت تھی ۔

۱۱۔ حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات انسان نیک عمل کرنے کے باوجود موت سے پہلے توفیق سے محروم ہوکر جہنم رسید ہوجاتا ہے لیکن صحیحین ہی کی ایک دوسری حدیث سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے ۔ اس میں ہے کہ انسان لوگوں کے دیکھنے میں جنتیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور آدمی لوگوں کے دیکھنے میں جہنمیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے ۔ (لوگوں کے دیکھنے میں) کہنے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ باطن کچھ اور تھا اور اسی باطنی خفیہ خرابی کی بنا پر اس کا یہ برا انجام ہوا ۔

۱۲۔اس حدیث سے ایک مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ سوء خاتمہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے،سدا اپنے دل کو پاک وصاف رکھے اور پوشیدہ گناہوں سے دور رہے کہ ان کا نتیجہ بہت بھیانک ہے۔ساتھ ہی اللہ تعالی سے دین پر ثابت قدمی کی دعا کرتا رہے:يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلَىٰ دِيْنِكَ (صحیح الجامع)[اے دلوں کے پھیرنے والے اپنے دین پر ہمارے دلوں کو جمادے۔

۱۳۔جس رب نے ایک انسان کومختلف مراحل سے گذارتے ہوئے دنیوی زندگی عطا فرمائی مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا اس کے لئے بہت آسان ہے لہذا انسان کو اس رب کے سامنے حاضری کا وقت کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے۔

۱۴۔اس حدیث میں راہ حق سے منحرف افراد کے لئے ترغیب موجود ہے کہ وہ اپنی روش کی جلد اصلاح کرلیں،اللہ کی طرف رجوع ہوجائیں،اللہ کا خوف کریں اور گناہوں سے باز آئیں،گناہوں کی کثرت کے باوجود اللہ سے امید نہ توڑیں،مایوس نہ ہوں بلکہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھیں کیونکہ اللہ تعالی اپنے بندے سے اس کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہے۔

حدیث (۵)

عَـنْ أُمِّ الْـمُـؤْمِنِيْنَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ **مَـنْ أَحْـدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَـٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ** (رواه البـخـاری و مسـلـم وفی روایة لمسلم) **مَـنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ**

ترجمہ:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔ (اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے) اور مسلم میں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

فوائد واحکام:

ا۔ یہ حدیث اسلام کا ایک عظیم اصول ہے۔ یہ ہر عمل کے ظاہر کو پرکھنے کے لئے ایک پیمانہ ہے جیسا کہ حدیث (إنما الأعمال بالنیات) ہر عمل کے باطن کو پرکھنے کا پیمانہ ہے۔ جس طرح ہر اس عمل کا کوئی ثواب نہیں

جس سے اللہ کی رضا مقصود نہیں اسی طرح ہر وہ عمل کرنے والے کے منہ پر مار دیا جائے گا اور قابل قبول نہ ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نہیں۔

۲۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے اتباع رسول شرط ہے۔

۳۔ یہ حدیث بدعتوں کے حرام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ بدعت دین میں ایجاد کردہ ہر اس عمل کا نام ہے جس کی شریعت میں کوئی اساس نہ ہو۔ نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔

۴۔ یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب اس میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ ہر بدعت مردود ہے لہذا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم باطل ہے ۔ اور جن لوگوں نے بدعت کی پانچ قسمیں ذکر کی ہیں واجب ومندوب، مباح، حرام اور مکروہ۔ ان لوگوں کی تقسیم بھی غلط ہے۔

۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کے لئے نہایت شفیق ومہربان اور ہمدرد وخیر خواہ تھے اسی بنا پر آپ نے اپنی امت کو ہر اس چیز سے آگاہ اور خبردار کر دیا جو اعمال کی بربادی اور عدم قبولیت کا سبب ہو سکتے ہیں۔

[بدعت سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب (بدعت کی پہچان اور اس کی تباہ کاریاں) کا مطالعہ مفید ہوگا۔]

حدیث (٦)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: **إِنَّ الْحَلاَلَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبَهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَىٰ الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِيْ الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِيْ الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعَىٰ حَوْلَ الْحِمَىٰ يُوْشِكُ أَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمىً أَلاَ وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ أَلاَ وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ** (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ:

ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: یقیناً حلال واضح ہے اور بے شک حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہہ کی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے چنانچہ جو شخص شبہہ کی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنے آبرو کو بچالیا

اور جو شبہہ والی چیزوں میں پڑ جائے گا وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسے ایک چرواہا جو کسی محفوظ چراگاہ کے اردگرد چرا رہا ہو بہت ممکن ہے کہ چراگاہ کے اندر اس کا ریوڑ چلا جائے خبردار ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے (جس کے اندر دوسروں کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے) خبردار! اللہ کی محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ سن لو! بے شک جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جائے۔ جان لو کہ وہ دل ہے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ حلال وحرام کا معاملہ بالکل واضح اور عیاں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں لہذا جہاں حرام سے مکمل دوری اختیار کرنا ایک مسلمان کا فریضہ ہے وہیں حلال سے لطف اندوز ہونے کے لئے اسے کوئی رکاوٹ نہیں اور کسی کے لئے یہ جائز اور درست نہیں کہ وہ اللہ کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام ٹھہرائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ النحل/۱۱۶[کسی چیز کو

اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو]

۲۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کو کھانے پینے ، پہننے اوڑھنے ، خرید وفرخت، لین دین اور دیگر معاملات میں ایسے مشتبہ امور کے ذریعہ آزماتا ہے جن کا حکم اکثر لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی ایک حکمت ہے تا کہ ایک سچے مومن اور ایک خواہش پرست میں تمیز ہو جائے۔

۳۔اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ شبہہ کی چیزوں کا حکم اکثر لوگ نہیں جانتے جس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ کچھ لوگ یعنی علم میں رسوخ رکھنے والے اس کا حکم جانتے ہیں لہذا کوئی چیز مشتبہ صرف اسی شخص کے لئے ہے جس کے علم کی رسائی اس کے حکم تک نہیں ورنہ درحقیقت کوئی چیز مشتبہ نہیں۔

۴۔ایک مسلمان ہمیشہ اپنی عزت وآبرو اور نیکنامی کی حفاظت کرتا ہے اور اسے داغدار کرنے والی تمام چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسی بنا پر وہ ایسی چیزوں سے بھی بچتا ہے جن کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہوتا کہ دین کوتاہی سے اور آبرو لوگوں کی عیب گیری سے محفوظ رہے کیونکہ شبہات کا مرتکب زبان خلق سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر زبان سے محفوظ رہے تو کم از کم بدگمانیوں سے تو نہیں بچ سکتا۔

۵۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیم کا انداز کس

قدر عمدہ اور بہترین تھا، کس طرح آپ نے چراگاہ، مویشی اور چرواہے کی مثال دے کر معنی کو ذہنوں سے قریب کردیا۔

۶۔ اللہ تعالی نے اپنی حرام کردہ چیزوں کی حدیں متعین کردی ہیں تاکہ مسلمان ان کے قریب نہ جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ بقرۃ/۱۸۷[یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ] نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ ۔ سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے اجتناب کرو یعنی تم ایک جانب رہو اور یہ چیزیں دوسری جانب رہیں۔

۷۔ اعمال کی نیکی و بدی کا دارومدار دل کے اصلاح وفساد پر ہے اسی لئے اللہ کے یہاں بروز قیامت حساب وکتاب دل کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔ دنیا میں بھی ظاہری اصلاح باطنی اصلاح کی دلیل مانی جائے گی اور ظاہری فساد باطنی فساد کی دلیل۔ اسی لئے فرمایا کہ دل کے سدھرنے سے پورا جسم سدھر جاتا ہے اور دل کے بگڑنے سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔

۸۔ ایک مسلمان اپنے بدن کی صحت وتندرستی سے کہیں زیادہ اپنے دل کی تندرستی پر دھیان دیتا ہے۔ بغض وکینہ، نفرت وحسد، خیانت وفریب، شک ونفاق، کفر وتکبر اور غفلت وغیرہ جیسی معنوی بیماریوں سے دل کو پاک وصاف کرتا ہے۔ ذکر الٰہی اور کثرت استغفار سے اس کی سختی کو نرمی سے بدلتا ہے۔

حدیث (۷)

عَنْ أَبِيْ رُقَيَّةَ تَمِيْمٍ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: **اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ** (رواہ مسلم)

ترجمہ:

ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی کا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں اور عوام کی (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ یہ بڑی عظیم الشان حدیث ہے ،اس میں پورے دین کو نصیحت وخیر خواہی میں محصور کر دیا گیا ہے کیونکہ جب تک مسلمانوں میں یہ چیز باقی رہے گی ان کا دین مضبوط و مستحکم رہے گا اور جب یہ چیز ان میں کمزور پڑ جائے گی تو وہ خود بھی زندگی کے تمام میدانوں میں زوال وانحطاط کا شکار

اورضعیف وکمزور ہوتے چلے جائیں گے۔

۲۔نصیحت لغت میں خلوص کے معنی میں آتا ہے۔جب شہدکوموم سے الگ کر کے خالص شہد بناتے ہیں تو کہتے ہیں: نصحت العسل ۔اورایسے ہی رفوگری کے بھی معنی میں بھی آتا ہے جب چاکدامنی رفو کرتے ہیں تو کہتے ہیں: نصحت الثوب ۔نصیحت نہایت جامع لفظ ہے اردو میں اس کے لئے خیرخواہی کا لفظ کسی قدر مناسب ہے۔

۳۔اللہ کی خیرخواہی میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہوں گی:

۱)۔اللہ پر ایمان اوراس کی توحید کا صحیح اعتقاد یعنی وہ اپنی ربوبیت والوہیت اوراسماءوصفات میں یکتا اور بے مثال ہے۔

۲)۔اللہ کی شکرگذاری،اس کے حکموں کی بجاآوری اوراس کے ممنوعات سے اجتناب ۔جہاں حکم ہے وہاں سے بندہ غائب نہ ہواور جہاں ممانعت ہے وہاں بندہ نظر نہ آئے۔یہی اللہ سے محبت کی علامت ہے۔

۳)۔اللہ کی عبادت وبندگی میں اخلاص نیت اوراس کی رضاوخوشنودی کی تلاش نیز ہرقسم کے شرک سے دوری۔

۴)۔ ہرقسم کی عبادت دعا، مددطلبی وفریادرسی ،توکل وانابت،خوف وامید، نذروقسم وغیرہ خالص اللہ کے لئے کرنا۔

۵)۔اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا اوراس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کو خندہ

پیشانی سے گوارہ کرنا اور اس پر صبر سے کام لینا۔

٦)۔اللہ واسطے محبت کرنا اور اللہ واسطے نفرت رکھنا

۴۔کتاب اللہ کی خیرخواہی میں حسب ذیل امور داخل ہیں:

١)۔اس بات پر ایمان کہ وہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، اللہ تعالی نے اسے جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے اپنے بندے محمد ﷺ کے دل پر نازل فرمایا ہے۔اس کے حروف ومعانی سب اللہ کا کلام ہیں، اس کے سارے احکام مبنی برعدل اور ساری خبریں مبنی برصدق ہیں۔

٢)۔اس کی تلاوت، حفظ، فہم وتدبر اور اس پر عمل کا اہتمام نیز قرآنی علوم کی نشرواشاعت۔

٣)۔قرآن حفظ کرنے والوں کی مدد اور ان کی حوصلہ افزائی۔

۵۔رسول اللہ ﷺ کی خیرخواہی مندرجہ ذیل باتوں کو شامل ہے:

١)۔آپ پر ایمان کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں، خاتم الأنبیاء ہیں، صدق وامانت کے پیکر تھے۔

٢)۔آپ کے حکموں کی تعمیل، آپ کی خبروں کی تصدیق، آپ کی ممنوعات سے اجتناب اور آپ کی شریعت کے مطابق ہی اللہ کی عبادت کرنا۔

٣)۔آپ کی محبت کو اپنی جان ومال اور اہل وعیال کی محبت سے مقدم رکھنا لیکن محبت کا یہ مفہوم قطعا نہیں ہے کہ آپ کے بارے میں غلو سے کام لیا جائے

اور آپ کو آپ کے مقام سے اٹھا کر اللہ کا مقام ومرتبہ دے دیا جائے کیونکہ اس سے خود نبی ﷺ نے روکا ہے۔

۴)۔آپ کا اور آپ کی سنتوں کا اور آپ کے دین کا دفاع کرنا۔آپ کو گالی دینے والا اور آپ کو عیب لگانے والا کافر ہے۔آپ کے دین کو برا کہنے والا کافر ہے۔آپ کا دین مکمل ہے اور آپ کی سنت کافی ہے۔سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں کو اختیار کرنا راہ حق سے انحراف ہے۔

۵) نبی ﷺ کی حدیثوں اور سنتوں کو عام کرنا۔

۶) نبی ﷺ کے آل واصحاب کی محبت اور تعظیم وتوقیر کرنا۔

۶۔مسلمانوں کے حاکموں کی خیرخواہی میں درج ذیل امور داخل ہیں:

۱)۔ان سے حق بیان کر کے ان کو نصیحت کرنا

۲)۔معروف اور نیک کاموں میں ان کی اطاعت کرنا،ان کی عیب پوشی کرنا، ان کی مدد کرنا،ان کا دفاع کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا۔

۳)۔اچھے طریقے سے انھیں ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنا۔

مسلمانوں کے حاکموں کی اطاعت واجب ہے البتہ جب وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو اس وقت ان کی بات نہیں مانی جائے گی کیونکہ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے اور خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت

جائز نہیں۔

۴)۔لوگوں کے سامنے ان کے عیوب اور ان کے گناہوں کو بیان کرنے سے بچنا کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور ان کی اطاعت سے نکلنے کا ذریعہ نیز ان کی مذمت وغیبت میں لوگوں کے پڑنے کا اندیشہ ہے۔ابن عمر وغیرہ صحابۂ کرام حجاج جیسے ظالم اور خوں ریز حاکم کے پیچھے صلاۃ ادا کرتے تھے۔منبروں پر عوام کے سامنے یا تقریروں میں یا دیگر علمی مجلسوں یا تفریحی محفلوں میں مسلمان حاکموں کے عیوب کا تذکرہ دینی کمی اور عقلی حماقت کا نتیجہ ہے۔

ے۔عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں مندرجہ ذیل امور داخل ہیں:

۱)۔آدمی اپنے مومن بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۲)۔مشورہ طلب کرنے پر ایسا خیر خواہانہ مشورہ دے گویا کہ وہ خود اس کا اپنا معاملہ ہے۔

۳) ملاقات ہو تو سلام کرے اور سلام کا جواب دے، چھینکے اور الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے، دعوت دے تو قبول کرے، مریض ہونے پر عیادت کرے، وفات ہونے پر جنازہ میں شریک ہو۔

۴) ہدیہ وتحفہ لیا دیا کرے، مقروض ہو اور قرض چکانے کی طاقت نہ ہو تو اس کا قرض چکا دے، خود اپنا قرضہ ہو تو آسانی دے، مہلت دے یا معاف

کردے۔ وقت ضرورت اس کی مدد سے منہ نہ موڑے۔لوگوں سے اس کی سفارش کردیا کرے۔

۵) اس کی مصیبت پر خوش نہ ہو بلکہ اس کے دکھ درد میں کام آئے، اس کا مذاق نہ اڑائے، اسے حقیر نہ جانے، کسی گناہ پر اسے عار نہ دلائے۔ نہ اس کی غیبت کرے اور نہ سنے بلکہ اگر کوئی غیبت کرتا ہو تو دفاع کرے۔

٦) ایک مسلمان کے بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اس کے پیغام نکاح پر پیغام دے۔

۷) گالی نہ دے، تہمت نہ لگائے، عیب جوئی نہ کرے بلکہ عیب پوشی سے کام لے، چغلخوری سے دور رہے، لگائی بجھائی نہ کرے۔

۸) نرمی اور خوش خلقی کا برتاؤ کرے، ظلم وستم سے پرہیز کرے اور اذیت رسانی سے بچے۔

۹) جاہلوں کو تعلیم دے اور غافلوں کو وعظ ونصیحت کرے۔

۸۔ ایک مسلمان ساری مخلوق کا ہمدرد اور خیر خواہ ہوتا ہے۔ اسے صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ غیر مسلموں کی بھی خیر خواہی مقصود ہوتی ہے اوران کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انھیں جہنم کی آگ اور شرک وبت پرستی سے نجات دلائی جائے اور یہ نکتہ چونکہ دیگر نکتوں میں شامل ہے اسی لئے اسے حدیث میں خصوصی طور پر ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

حدیث (۸)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ:
أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَن لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَيُقِيْمُوا الصَّلاَةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذَالِکَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْأِسْلاَمِ وَحِسَابُهُمْ عَلَىٰ اللهِ تَعَالَىٰ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور صلاۃ قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالی پر ہے۔
(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔ یہ حدیث عام ہے لیکن قرآن مجید کی ایک آیت اسے خاص کردیتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوْا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ التوبہ/۲۹ [ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں]

لوگوں سے جنگ اس وقت تک واجب ہے حتی کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں۔

۲۔ شہادتین کا فقط اقرار کر لینے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اس کے بعد اگر وہ اسلامی شریعت پر کاربند ہوتا ہے تو اس کے بھی وہی حقوق وفرائض ہیں جو دیگر مسلمانوں کے ہیں لیکن اگر وہ کسی رکن کو ترک کر دیتا ہے اور ایسے لوگ اپنا ایک پرشوکت گروہ بنا لیتے ہیں تو ان سے جنگ کی جائے گی۔

۳۔ صلاۃ کا قائم کرنا اور زکاۃ کی ادائیگی اسلام کا حق ہے۔ ابوبکر

ﷺ نے مانعین زکاۃ سے جنگ کے وقت فرمایا تھا: اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور جنگ کروں گا جو صلاۃ اور زکاۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ایک رسی۔ یا پٹھیا۔ جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھ کو نہیں دیں گے تو اس کے روکنے پر میں ان سے جنگ کروں گا۔ (متفق علیہ)

۴۔ اسلام قبول کر لینے سے جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے سوائے ان حالات کے جس میں اسلام خود اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے مثلاً کسی کو ناحق قتل کر دینے یا شادی شدہ ہو کر زنا کر لینے یا اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جانے سے جان کی حفاظت ختم ہو جائے گی۔ (مزید دیکھئے حدیث (۱۴) کے فوائد واحکام)

۵۔ قیامت کے دن ہر بندے کو اللہ کے سامنے اپنے عمل کا حساب دینا ہوگا اگر نیکی کر رکھی ہے تو اس کا انجام بخیر ہوگا اور اگر برائی کر رکھی ہے تو اسی لحاظ سے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔

۶۔ جو شخص ظاہری طور پر اسلام پر قائم ہو اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا اس کے دل اور اندرونی کیفیت سے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کی جائے گی جب تک کہ کسی ظاہری عمل سے اس کے خلاف نہ معلوم ہو جائے۔ اگر وہ منافق ہے تو اس کا حساب بروز قیامت اللہ کے ذمہ ہے۔

حدیث (۹)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ **مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى أَنْبِيَاءِ هِمْ** (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: میں جس چیز سے منع کردوں اس سے اجتناب کرو اور جس چیز کا حکم دوں اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں کو ان کے بہ کثرت سوالات اور اپنے نبیوں سے اختلاف نے تباہ کرڈالا۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منع کردہ چیزوں سے ہر حال میں

بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے روکا ہے اس میں بندوں ہی کی مصلحت ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔

۲۔ ہر روکی ہوئی چیز سے اجتناب فرض ہے کیونکہ ارشاد ہے: ''جس سے میں منع کر دوں اس سے رک جاؤ۔'' غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہی کا معاملہ امر سے سخت ہے کیونکہ نہی میں کسی چیز کے ارتکاب کی رخصت نہیں دی گئی ہے جبکہ امر میں استطاعت کی قید لگا دی گئی ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ممنوعہ چیزوں کے اسباب ومقدمات تک سے بچنا ضروری قرار دیا گیا ہے مثال کے طور پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَىٰ ﴾ اسراء/۳۲ [زنا کے قریب مت جاؤ]۔ پس زنا تک پہنچانے والی ہر چیز حرام ہے۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی بجا آوری فرض ہے جب تک کہ اس حکم کو استحباب کی طرف پھیر دینے والی کوئی دوسری دلیل نہ ہو۔

۴۔اسلام ایک آسان دین ہے، اس کے اندر ایک شخص کو شرعی اوامر واحکام کا اسی قدر مکلّف کیا گیا ہے جتنی اس کے اندر قدرت واستطاعت ہے۔ اگر کوئی کسی حکم کو پورے طور پر ادا کرنے سے عاجز ہو،

صرف اس کا بعض حصہ ادا کرسکتا ہوتو اس کے لئے اپنی ممکن حد تک عبادت کی ادائیگی کافی ہے۔ مثال کے طور پر وضو کی استطاعت نہ ہوتو تیمّم کرلے۔ کھڑے ہوکر صلاۃ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہوتو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھنے کی بھی استطاعت نہ ہوتو لیٹ کر ورنہ اشارے سے پڑھ لے۔ وغیرہ

۵۔اس حدیث سے بہ کثرت سوال کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے خصوصا اس وقت جب کہ وحی کا نزول ہورہا تھا اور یہ امکان تھا کہ کسی کے سوال کی بنا پر کسی حلال کو حرام کردیا جائے اور کسی غیر واجب کو واجب کردیا جائے۔

ممنوعہ سوالات کی بہت سی قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ ایسے غیبی امور سے متعلق سوال کیا جائے جس کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا مثلا قیامت کب آئے گی یا قبر کے عذاب وآرام کی کیفیت کیا ہے؟ یا صفات باری کی کیفیت سے متعلق سوال کیا جائے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ جس طرح اللہ کی ذات کسی ذات کے مشابہ نہیں ویسے ہی اس کی صفات کسی کی صفات کے مشابہ نہیں اور ان کی کیفیت وحقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

ایسے ہی وہ سوالات بھی منع ہیں جن کا مقصد تشدد، تعمق اور تنطع ہو۔ حدیث میں ہے: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ۔قَالَهَا ثَلَاثاً ۔(مسلم) غلو اور تکلف کرنے والے ہلاک ہوگئے۔آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

ممنوعہ سوالات میں وہ فرضی سوالات بھی ہیں جو ابھی واقع نہیں ہوئے۔ سلف صالحین اس طرح کے سوالات سخت ناپسند کرتے تھے۔ البتہ دینی مسائل جاننے کے لئے کسی مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ نحل/۴۳ [پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو] اور حدیث میں ہے: ان لوگوں کو جب (مسئلہ) معلوم نہیں تھا تو انھوں نے سوال کیوں نہیں کیا؟ عاجز کا علاج سوال کرنا ہے۔ (ابوداود)

طہارت وصلاۃ، صوم وزکاۃ، حج وعمرہ، خرید وفروخت اور نکاح وطلاق وغیرہ کے مسائل حاجت کے مطابق پوچھ کر کے سیکھنا فرض ہے۔

۶۔ بہ کثرت سوالات اور اپنے انبیاء کی مخالفت سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ہیں لہذا مسلمانوں کو ان سے بچنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت دین ودنیا کے خسارے کا باعث ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ النور/۶۳ [سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ پہنچے]

حدیث (۱۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ **إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّباً وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً﴾ وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَىٰ السَّمَآءِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّىٰ يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ** (رواہ مسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی پاکیزہ ہے اور پاکیزہ کو ہی قبول فرماتا ہے اور یقیناً اللہ عزوجل نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم رسولوں کو دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: اے رسولو! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ نیز ارشاد ہے: اے

ایمان والو! ہم نے تمھیں جو روزی دی ہے اس میں سے پاکیزہ رزق کھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر پر ہے، پراگندہ حال اورغبار سے اٹا ہوا ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے، کہتا ہے : اے میرے رب ! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو کیونکر اس کی دعا قبول ہوسکتی ہے! (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

۱۔ اللہ تعالی کا ایک نام ''طیب'' ہے یعنی ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک۔ اللہ تعالی اپنی ذات وصفات اور اقوال وافعال ہر ایک میں طیب وپاکیزہ ہے، کہیں کسی قسم کا عیب ونقص نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالی صرف پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے خواہ وہ اقوال واعمال ہوں یا صدقات وزکوات ہوں۔ اگر اقوال واعمال شرک وریا وغیرہ سے پاک نہیں تو وہ عنداللہ مقبول نہیں اور اگر صدقات مال حلال سے نہیں بلکہ سود، رشوت، جوا، لاٹری، چوری، غصب یا کسی اور حرام طریقے سے حاصل کردہ ہیں تو ایسے مال کا صدقہ اللہ تعالی کے یہاں مقبول نہیں۔

۳۔ رسولوں اوران کی امتوں کو پاکیزہ رزق کھانے اور عمل صالح

کر کے اس کا شکر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔اس حدیث میں دعا کی قبولیت کے چند اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

۱) لمبا سفر: سفر اگر چہ طویل نہ ہو پھر بھی دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تین دعائیں بلا شک وشبہ قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے لئے والد کی دعا (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ) وطن سے دوری اور مشقتیں جھیلنے کی وجہ سے سفر میں انسان پر لاچاری و عاجزی کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے اور یہ حالت رب کریم کو بہت پسند ہے۔

۲) لباس اور شکل وصورت کی پراگندگی اور غبار آلودگی۔

۳) آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھانا: نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالی بہت حیادار اور نہایت کریم وداتا ہے جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ کو انھیں خالی اور نامراد واپس کرنے سے حیا آتی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۴) اللہ کے اسماء وصفات کا وسیلہ: حدیث میں وہ شخص یارب یارب کہہ کر اللہ کی ربوبیت کا وسیلہ لے رہا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ أعراف/۱۸۰ [اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں (کے واسطہ) سے اللہ سے دعا کرو]۔ قرآنی دعاؤں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر دعائیں ﴿رَبَّـنَـا﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔

۵) دعا میں اصرار وتکرار اور عزم وقطعیت: حدیث میں مذکور شخص اپنے مطلوب کا مکمل حریص اور بار بار یارب کہہ کر اصرار کررہا ہے۔ دعا میں نبی ﷺ کی سنت بھی یہی تھی کہ آپ ایک دعا کو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔(مسلم)

۵۔ حدیث میں دعا کی قبولیت میں پائی جانے والی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ کا بیان ہے اور وہ ہے حرام کھانا جو تمام رکاوٹوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔دوسری رکاوٹ واجبات کو چھوڑنا اور محرمات کا ارتکاب ہے۔ تیسری رکاوٹ قبولیت میں جلد بازی کرنا اور یہ کہنا ہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہ ہوئی۔ چوتھی رکاوٹ گناہ یا رشتے توڑنے کی دعا کرنا ہے۔

واضح رہے کہ دعا کی قبولیت صرف یہی نہیں کہ بندہ جو کچھ مانگ رہا ہے اسے بعینہ وہ چیز مل جائے بلکہ اس کے دوسرے بھی انداز ہیں جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: زمین پر جب کوئی مسلمان اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے یا اسی جیسی کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے بشرطیکہ اس نے گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو۔ایک شخص نے کہا تب تو ہم بہت دعا کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ بہت دینے والا ہے۔(ترمذی) مستدرک حاکم کی روایت میں قبولیت کا ایک اور انداز مروی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی اسی جیسا اجر وثواب اس کے لئے ذخیرہ فرما دیتا ہے۔

حدیث (۱۱)

عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰـهِ ﷺ وَرَيْحَانَتِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: **دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَىٰ مَالاَ يَرِيْبُكَ** (رواه الترمذی والنسائی وقال الترمذی حدیث حسن)

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کے نواسے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات یاد کر رکھی ہے کہ شبہ میں ڈالنے والی چیزوں کو چھوڑ کر شبہ نہ ڈالنے والی چیزوں کو اپناؤ۔ (اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ حدیث میں مشکوک اور مشتبہ چیزوں کو چھوڑ کر ایسے امور اپنانے کا حکم ہے جو شک وشبہ سے بالا ہیں تا کہ دل اضطراب و بے چینی کا شکار نہ ہو

خواہ دنیاوی امور ہوں یا اخروی۔

۲۔آدمی کوئی کام کرنے سے پہلے اس کے متعلق پختہ علم حاصل کرلے تاکہ کسی قسم کا شک اور تردد باقی نہ رہے اور کام کرلینے کے بعد ندامت اور پچھتاوے کی نوبت نہ آئے۔

۳۔سچائی کی علامت دل کا سکون ہے اور جھوٹ کی نشانی دل کی بے اطمینانی۔ مذکورہ روایت کے آخر میں ترمذی وغیرہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ وَالْكِذْبُ رِيْبَةٌ ۔کیونکہ سچائی باعث اطمینان ہے اور جھوٹ باعث شک۔

حدیث (۱۲)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : **مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ** (هذا حديث حسن رواه الترمذی وغيره)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (اپنے سے غیر متعلق) چیزوں کو چھوڑ دے۔(یہ حدیث حسن ہے اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ لایعنی قول وعمل ترک کر دینے سے آدمی کے اسلام میں خوبی اور بہتری پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح وہ اپنے وقت وزبان کی حفاظت کر لیتا ہے اور سکون خاطر واطمینان قلب پا لیتا ہے۔

۲۔ لایعنی چیزوں سے مراد وہ اقوال واعمال ہیں جو آدمی سے غیر

متعلق ہوتے ہیں، اپنے سے غیر متعلق امور میں دخل اندازی سے ہی سارے مسائل کھڑے ہوتے ہیں، اگر آدمی ان غیر متعلق امور سے کنارہ کش ہوکر اپنے متعلق امور میں لگ جائے تو فضولیات سے بچ کر نفع اٹھانے میں کامیاب ہوجائے گا۔

۳۔لایعنی امور کو چھوڑ کر آدمی ان چیزوں کو اپنی مشغولیت بنائے جو اس کے لئے دین ودنیا دونوں میں مفید اور نفع بخش ہوں۔ وہ ایسی ہی چیزوں کے لئے اپنا پورا وقت اور اپنی پوری محنت صرف کرے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔اپنے لئے نفع بخش چیزوں کی حرص رکھو، اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز بن کے نہ رہو۔(مسلم)

حدیث (۱۳)

عَـنْ أَبِـيْ حَـمْـزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: **لَا يُـؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ** (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ:

خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ایمان کومکمل کرنے والی ایک خصلت یہ ہے کہ آدمی اپنے مومن بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے اوران باتوں کو ناپسند کرے جوخود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔یہی ایمانی اخوت کا تقاضا ہے۔

۲۔اگرکوئی شخص اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جوخود اپنے لئے

پسند کرتا ہےتو ہمیشہ اس کا دل بغض وکینہ اور حسد وجلن سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ برے اوصاف پیدا ہی اس لئے ہوتے ہیں جب آدمی خود کو دوسروں سے ممتاز اور برتر رکھنا چاہتا ہےاور دوسروں کو اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتا۔

۳۔جس شخص سے مذکورہ صفت ختم ہوجائے اس کے ایمان میں کمی ہوجاتی ہے۔ایک مسلمان آدمی ہمیشہ ان چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے جس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہےاور انھیں اختیار کرتا ہے ساتھ ہی ایسی چیزوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہے جو ایمان کی کمی کا باعث ہوتی ہیں۔

۴۔اگرمسلمان اس حدیث کے مضمون کو اپنے معاشرے میں نافذ کرلیں تو ایک بے مثال ،بے داغ اور قابل رشک سماج وجود میں آجائے گا جو اس حدیث کے مصداق ہوگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ باہمی محبت وشفقت میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہےتو سارا بدن بخار اور بیداری کے ساتھ تڑپ جاتا ہے۔(بخاری ومسلم)

۵۔ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یعنی اطاعت و بندگی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت ونافرمانی سے ایمان میں کمی ہوتی ہے۔یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

حدیث (۱۴)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :
لاَيَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلاَّ بِإِحْدَىٰ ثَلاَثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے بغیر مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں۔ شادی شدہ ہوکر زنا کرلے، کسی شخص کو (جان بوجھ کر) قتل کردے یا اپنے دین اسلام سے مرتد ہوکر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجائے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

۱۔ حدیث میں مذکور تین حالات کے سوا مسلمان کا خون معصوم اور محترم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان و

مال اور عزت وآبروسب کچھ حرام ہے۔(مسلم)

کسی مومن کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً﴾ نساء/۹۳[اور جوکوئی کسی مومن کو قصداً قتل کرڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالی کا غضب ہے، اسے اللہ تعالی نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کررکھا ہے]۔

۲۔ اگر کوئی مکلّف کسی شخص کو عمداً ناحق قتل کردے تو اس کے بدلہ میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلَىٰ﴾ بقرۃ/۱۷۸[اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے]۔

۳۔ حدیث کے عموم (جان کے بدلے جان) سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ عمرو بن حزم کی حدیث سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان صحیح مسلم میں ثابت ہے: لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔[کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا] لیکن اگر وہ کافر ذمی یا معاہد یا مستأمن ہے تو اس کی دیت ادا کرنی ہوگی اور وہ مسلمانوں کی دیت کا نصف

ہے جیسا کہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

واضح رہے کہ کفار کی چار قسمیں ہیں :

(۱) حربی: جو مسلمانوں سے جنگ کی حالت میں ہو۔

(۲) ذمی: جو جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں مقیم ہو اور مسلمانوں نے اس کے جان و مال کی حفاظت کا پیمان دیا ہو۔

(۳) معاہد: جس کا قیام اس کے اپنے ملک میں ہو لیکن اس سے جنگ بندی کا معاہدہ ہو۔

(۴) مستأمن: جس سے مسلمانوں نے کوئی عہد و پیمان نہ کیا ہو البتہ ایک متعین وقت تک اسے امان دی گئی ہو مثلا کوئی حربی کافر تجارت وغیرہ کی غرض سے امان طلب کر کے مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوا تو جس مدت تک اسے امان دی گئی ہے وہ مستأمن ہے۔

۴۔ جس شخص نے شادی شدہ ہو کر زنا کرلیا ہو اس کا خون حلال ہوجاتا ہے اور اس کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ماعز، غامدیہ، دو یہودیوں نیز ایک اور عورت کو رجم فرمایا ہے۔

۵۔ جو شخص دین اسلام چھوڑ کر برگشتہ ہو جائے اور ارتداد اختیار کرلے اس کا خون حلال ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو اپنا دین تبدیل کردے اسے قتل کردو۔ (بخاری) البتہ اسے سمجھا کر توبہ کرنے اور دوبارہ

مسلمان ہو جانے کی دعوت دی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی اور دوبارہ اسلام میں واپس پلٹ آیا تو اسے معاف کر دیا جائے گا کیونکہ توبہ کے بعد وہ مرتد نہیں رہ گیا اور اگر وہ اپنے کفر پر مصر رہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۶۔حدیث میں مذکور تین خصلتوں کے سوا چند خصلتیں اور بھی ہیں جن کی بنا پر ایک مسلمان کا خون حلال ہو جاتا ہے۔جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱) لواطت (اغلام بازی): نبی ﷺ نے فرمایا: جس کسی کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (احمد،ابوداود،ترمذی،ابن ماجہ)

۲) اپنی محرم سے زنا: ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی تھی تو نبی ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (علل الدارقطنی)

۳) جادوگری: جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے مار دیا جائے''۔ (ترمذی)

۴) دوسرا خلیفہ: نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب دو خلیفہ سے بیعت کر لیا جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔ (مسلم) دوسری روایت میں ہے کہ اگر تمھارے پاس کوئی شخص اس حال میں آئے کہ تمھارا معاملہ ایک شخص پر متحد ہے اور وہ تمھارا شیرازہ منتشر اور تمھاری جماعت کو متفرق کرنا چاہتا ہے تو اس کو قتل کر دو۔ (مسلم)

۵) زمین میں فساد پھیلانا۔ اس کی سزا قتل یا پھانسی یا جلا وطنی یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسرے طرف کا پیر کاٹ دینا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَن يُّقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلَهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ المائدة/۳۳ [جو اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلا وطن کردیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے]۔

حدیث (۱۵)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : **مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ** (رواہ البخاری)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔ (بخاری)

فوائد واحکام:

۱۔ حدیث میں مذکور ایمانی خصلتیں حقوق العباد سے متعلق ہیں اور

مکارم اخلاق کی جامع ہیں۔

۲۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا ایک تقاضا یہ ہے کہ مسلمان بھلی بات کہے یا چپ رہے یعنی جب مسلمان آدمی کوئی بات بولنا چاہے تو اس کے نتیجہ پر غور کرے کیا اس میں کوئی ضرر یا فساد یا خرابی ہے اور کیا یہ بات آدمی کو کسی حرام یا مکروہ تک لے جاتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو زبان کھولے ورنہ زبان بند رکھے کہ اسی میں عافیت اور سلامتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زبان کی حفاظت بہت اہم ہے اور اس سے متعلق قرآن وحدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے: بے شک بندہ لا پرواہی کے ساتھ اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے اللہ تعالی اس کے ذریعے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور بے شک بندہ لا پرواہی کے ساتھ اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

۳۔ بے فائدہ کثرت کلامی اور بسیار گوئی بری چیز ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو زیادہ باتیں کرتا ہے زیادہ غلطیاں کرتا ہے اور جو زیادہ غلطیاں کرتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ زیادہ ہوں جہنم اس کا زیادہ حقدار ہے۔

۴۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ پڑوسی کی

عزت واکرام کی جائے۔ پڑوسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، اس کی خیر وعافیت دریافت کرنا، بیمار ہونے پر عیادت کرنا، ضرورت کے وقت کام آنا، اس کے رازوں کی حفاظت کرنا، اس کی عزت وآبرو کا دفاع کرنا، موقعہ بہ موقعہ تحفے تحائف دینا، ضرورت مند ہوتو صدقہ وخیرات سے اس کا خیال رکھنا۔ یہ سب پڑوسی کے حقوق ہیں جن کی نگہداشت ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر جب تم شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی بڑھادو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جبریل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی سے متعلق نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ اسے وارث بنادیں گے۔ (متفق علیہ)

۵۔ پڑوسی کو اذیت پہنچانا حرام اور اس کی عزت وآبرو پر حملہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ کا ہمسر بنانا حالانکہ اس نے تنہا تم کو پیدا کیا ہے۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: اپنے بچہ کو اس ڈر سے قتل کرنا کہ وہ تمھارے کھانے میں شریک ہوجائے گا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، دریافت کیا گیا: کون

اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہیں۔

پڑوسی کی عیب گیری اور مذمت، اس کے ساتھ گالی گلوج، اسے برا بھلا کہنا اور اس کی دولت و جائداد پر غاصبانہ قبضہ وغیرہ بھی اسلامی شریعت میں حرام ہیں کیونکہ یہ سب پڑوسی کو اذیت پہنچانے کی مختلف صورتیں ہیں۔

٦۔آپ کا قریب ترین پڑوسی وہ ہے جس کا دروازہ آپ سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ واضح رہے کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: (١) کافر پڑوسی (٢) مسلمان پڑوسی (٣) مسلمان رشتہ دار پڑوسی۔اگر پڑوسی کافر ہے تو اسے صرف پڑوس کا حق ہے اور اگر مسلمان ہے تو اسے اسلام اور پڑوس کی وجہ سے دہرا حق ہے۔اور اگر رشتہ دار بھی ہے تو وہ تہرے حقوق کا مستحق ہے۔

٧۔مہمان نوازی واجب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ضیافت تین دن ہے، ایک دن اور ایک رات عطیہ ہے اور اس کے بعد مہمان پر جو کچھ خرچ کیا جائے صدقہ ہے، کسی مہمان کے لئے جائز نہیں کہ میزبان کے پاس گنہگار کر دینے کی حد تک ٹھہر جائے۔لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیسے اسے گنہگار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: اتنی مدت تک ٹھہر جائے کہ اس کے پاس اس کی ضیافت کے لئے کچھ نہ رہ جائے۔(صحیح مسلم)

حدیث (١٦)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِيْ فَقَالَ: **لاَتَغْضَبْ** فَرَدَّدَ مِرَاراً قَالَ: **لاَ تَغْضَبْ** (رواه البخارى)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔آپ نے کہا: غصہ نہ کیا کرو۔ پھر اس نے اپنی بات کئی بار دہرائی تو بھی آپ نے کہا: غصہ نہ کیا کرو۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

فوائدو احکام:

ا۔جوش انتقام سے دل کا خون کھولنے کا نام غصہ ہے۔ نبی ﷺ نے سائل کو بار بار غصہ نہ کرنے کی تاکید فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ ہر برائی کی جڑ ہے اور اس سے بچنا ہر نیکی کی اساس ہے۔غصہ ہی کی بنا پر کتنے بے جا گالی گلوج ،تہمت تراشیاں،قطع تعلقات، طلاق وخلع اور ناحق قتل

وخون ہو جایا کرتے ہیں، غصہ روک کر آدمی ان ساری برائیوں سے بچ سکتا ہے۔

۲۔ نبی ﷺ کا فرمان دو عظیم باتوں پر مشتمل ہے:

۱) اسباب کو اختیار کرنے کا حکم۔ بہتر اخلاق اپنانے کی مشق، حلم و بردباری، صبر وتحمل، نفس پر قابو اور قولی وفعلی اذیتوں کو برداشت کرنے کی صفت پیدا کرنا۔ اگر بندہ کو ان اعلی اوصاف کی توفیق مل جائے تو جب بھی غصہ کا وقت آئے گا وہ اپنے اچھے اخلاق، صبر وضبط اور عاقبت اندیشی کی بنا پر غصہ پی جایا کرے گا۔

۲) غصہ آجانے کے باوجود اس کے تقاضے پر عمل نہ کرنا۔ غالبا انسان کو غصہ روکنے کی قدرت نہیں ہوتی البتہ غصہ کے تقاضوں کو روکنے کی اسے بہر حال قدرت ہوتی ہے لہذا اسے ان تمام اقوال واعمال سے پرہیز کرنا ضروری ہے جن پر غصہ آمادہ کرتا ہے اور اسلامی شریعت نے انھیں حرام قرار دیا ہے۔

۳۔ غصہ کا علاج غصہ آنے سے پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو صبر وتحمل کا عادی اور پابند بنائے۔

۴۔ غصہ کا علاج غصہ آنے کے بعد مندرجہ ذیل ہے:

۱) غصہ پی جانے کی فضیلت کو یاد کرنا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ آل عمران/۱۳۴

[غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے]۔ حدیث میں ہے: پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے، حقیقی پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔ (متفق علیہ) بہادری جسمانی قوت سے نہیں بلکہ دماغی قوت سے ہوتی ہے، جو شخص حالت غضب میں بھی اپنے آپ کو حق کا پابند رکھتا ہے وہی دراصل بہادر ہے۔

۲) شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنا۔ أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا

۳) وضو کرنا

۴) موجودہ حالت و ہیئت کو تبدیل کر لینا یعنی اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جانا، بیٹھا ہے تو لیٹ جانا۔

۵۔ غصہ کے معاملہ میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں:

۱) جو اس قدر غضبناک ہوجاتے ہیں کہ ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں اور انھیں اپنے قول وفعل تک کا شعور واحساس نہیں رہ جاتا۔

۲) جو کسی بھی بات پر غصہ نہیں ہوتے خواہ بڑی سے بڑی بات ہوجائے۔

۳) جو بوقت ضرورت غصہ ہوتے ہیں اور سبب ختم ہونے پر ان کا غصہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ یہ تیسری حالت سب سے مناسب اور موزوں ہے۔

٦۔غصہ اگر دنیوی اسباب کی بنا پر ہے تو قابل مذمت ہے لیکن اگر اللہ کے لئے اور حق کی خاطر ہے تو قابل مدح ہے چنانچہ قرآن مجید میں شرک کو دیکھنے پر موسی علیہ السلام کے غضبناک ہونے کا ذکر ہے نیز احادیث میں اللہ کی خاطر نبی ﷺ کے غصہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

٧۔غصہ کی بعض قسمیں جبلی اور وہبی ہوتی ہیں اور بعض کسبی اور حاصل کردہ ہوتی ہیں۔ نبی ﷺ نے اُشج عبدالقیس سے فرمایا تھا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالی کو محبوب ہیں: حلم و بردباری اور عدم استعجال۔ انھوں نے سوال کیا: ان دونوں اخلاق پر میں پیدا کیا گیا ہوں یا میں نے انھیں ازخود حاصل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ ان دونوں اخلاق پر تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: الحمد للہ! ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لئے جس نے مجھے اپنے پسندیدہ اخلاق پر پیدا فرمایا۔ (مسلم)

حدیث (۱۷)

عَنْ أَبِي يَعْلَىٰ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْأِحْسَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے ہر چیز میں اچھے برتاؤ کو فرض کیا ہے تو جب تم قتل کرو تو اچھے انداز میں قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے انداز میں ذبح کرو۔ تم اپنی چھری کو تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ (مسلم)

فوائد واحکام:

۱۔ اللہ تعالی نے تمام معاملات میں اچھے برتاؤ کو فرض کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی خود اچھے برتاؤ کو پسند کرتا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ بقرة/۱۹۵[اور اچھا برتاؤ کرو اللہ تعالیٰ اچھا برتاؤ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے]۔

۲۔ احسان کی دو قسمیں ہیں جن کا بیان حدیث (۲) میں گذر چکا ہے۔ ایک اللہ کی عبادت میں احسان اور دوسرا بندوں کے معاملات میں احسان۔

۳۔احسانات کی ایک اہم قسم حیوانات کے ساتھ احسان ہے۔ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے اور انھیں ذبح کرتے ہوئے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ ذبح کے وقت اچھے برتاؤ کی مختلف صورتیں ہیں مثلا چھری تیز رکھی جائے تاکہ جلد روح نکل جائے، ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے یعنی اسے پہلو کے بل لٹا دیا جائے، اس کے چہرے پر پاؤں رکھ لیا جائے،خوب اچھی طرح تیزی کے ساتھ خون نکلنے کے لئے اسے چھوڑ دیا جائے، اس کی رگیں،حلق اورنرخرہ کاٹ دی جائیں، چھری کو ذبح سے پہلے نہ دکھایا جائے اور نہ اس کے سامنے تیز کیا جائے، ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کیا جائے اور روح نکلنے سے پہلے اس کی گردن اور ہڈیاں نہ توڑی جائیں اور نہ ہی اس کی جلد اتاری جائے۔

حدیث (۱۸)

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جَنَادَةَ وَأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : **اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ** (رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن وفی بعض النسخ حسن صحیح)

ترجمہ:

ابوذر اور معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو جس جگہ بھی رہو۔ برائی کے بعد نیکی کرلو نیکی برائی کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا معاملہ کرو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے بعض نسخوں کے مطابق حسن صحیح قرار دیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔ یہ بہت عظیم حدیث ہے۔اس کے اندر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو

اکٹھا کر دیا گیا ہے۔تقوی کا حکم دے کر اللہ کا حق ذکر کر دیا گیا ہے اور اچھے اخلاق کا ذکر کر کے بندوں کا حق۔ درمیان میں کوتاہیوں کی تلافی کا نسخہ بتا دیا گیا ہے۔

۲۔تقوی یہ ہے کہ آدمی اپنے اور عذاب الٰہی کے مابین بچاؤ کا سامان کر لے بایں طور کہ احکام کی پابندی کرے اور ممنوعات سے دور رہے۔تقوی تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے اللہ کی وصیت ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوْا اللّٰهَ﴾ نساء/۱۳۱[اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو]۔ نیز ہر رسول اپنی قوم سے یہی کہا کرتے تھے ﴿اُعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ﴾ عنکبوت/۱۶[اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو]۔سلف صالحین بھی باہم اسی کی وصیت اور تاکید کیا کرتے تھے۔

۳۔تقوی، اللہ کا ڈر اور اللہ کی نگرانی کا احساس خلوت وجلوت ہر جگہ مطلوب ہے۔ جہاں لوگوں کی نظر پڑ رہی ہو اور جہاں لوگوں کی آنکھوں سے دور ہوں ،جس حالت میں ہوں جس جگہ ہوں ، کھلے اور چھپے ہر جگہ اللہ کے ڈرنے کا التزام ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ آدمی اللہ کے ساتھ اگر اپنا معاملہ درست کر لے تو اللہ تعالی مخلوقات کے ساتھ اس کے معاملات کو درست

کردے گا لیکن اگر کوئی بدنصیب اللہ کو ناراض کر کے لوگوں میں قابل تعریف بننا چاہتا ہے تو اللہ بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے اور تعریف کرنے والے بھی ایک مدت بعد اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔ دراصل تنہائی میں اللہ کی نگرانی اور اس کے ڈر کا احساس ختم ہوجانا دل کی ایک بیماری ہے اسی لئے قرآن مجید میں اسے منافقین کی ایک صفت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ منافقین لوگوں سے اپنا حال چھپاتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپاتے اور اللہ سے کوئی چیز کہاں چھپ سکتی ہے کہ اس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی نہیں۔

۴۔ یہ بات یقینی ہے کہ بندے سے تقوی کے تقاضوں کی تکمیل میں ضرور کوتاہی ہوجاتی ہے اس لئے اس ذریعہ کی طرف اشارہ کردیا گیا جس سے اس کوتاہی کا ازالہ کیا جاسکے، فرمایا: گناہ کے بعد نیکی کرلو نیکی اسے مٹادے گی۔ نیکی سے توبہ بھی مراد ہوسکتی ہے اور بے شک توبہ اگر خالص ہو تو وہ گناہ کے مٹانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور نیکی سے عام نیکیاں بھی مراد ہوسکتی ہیں، ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ ہود/۱۱۴ [یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں]۔

جن نیکیوں کو حدیث میں گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک صلاۃ ہے، حدیث میں اسے گھر کے سامنے بہنے والے ایک نہر سے

تشبیہ دی گئی ہے جس میں آدمی روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہواور اس کے میل کچیل صاف ہو جاتے ہوں یہی مثال صلاۃ کی ہے وہ اسی طرح گناہوں کو دھو دیتی ہے۔(متفق علیہ)

صلاۃ پنجوقتہ ،صوم رمضان، قیام اللیل، حج وعمرہ بھی گناہوں کا کفارہ ہیں اور انسان وحیوان بلکہ تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک ،عفووکرم ، مصیبتوں میں کام آنا ، تنگدستی میں امداد وتعاون کرنا وغیرہ بھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔ایسے ہی جسم کو لگنے والی بیماری، مال کو پہنچنے والی مصیبت اوراولاد پرآنے والی آفت بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۔نیکیوں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں بشرطیکہ وہ صغیرہ گناہ ہوں کیونکہ کبیرہ گناہ کے لئے توبہ کرنا ضروری ہے۔

٦۔حدیث میں حسن اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے۔حسن اخلاق یہ ہے کہ ہرایک کے ساتھ اس کے شایان شان معاملہ کیا جائے۔دوسروں کے لئے وہی پسند کیا جائے جوخود اپنے لئے پسند کیا جائے اور جوخود اپنے لئے ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند ہو، دوسروں کے ساتھ بھلائی ، عفووکرم اورسخاوت وفیاضی کا معاملہ کیا جائے۔ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا جائے، کسی کوضرراوراذیت نہ پہنچائی جائے ، ملاقات کے وقت مسکراتے ہوئے اور چہرے پر شگفتگی بکھیرے ہوئے ملا جائے۔

حسن اخلاق قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز ہوگی۔(ترمذی)اورحسن اخلاق والا بروز قیامت نبیﷺ کوسب سے زیادہ محبوب اورآپ سے قریبی نشست پانے والا ہوگا۔(ترمذی)جوشخص سب سے زیادہ حسن اخلاق کا مالک ہے وہ سب سے زیادہ ایمان میں کامل ہے۔(صحیح الجامع)حسن اخلاق کی بدولت ایک مومن کوصائم وتہجد گذار کا درجہ مل جاتا ہے۔(ابوداود،ابن ماجہ)

۷۔حسن اخلاق اتباع رسول سے حاصل ہوگا کیونکہ آپﷺ اخلاق کے اعلی مقام پر فائز تھے اورآپ کا اسوۂ حسنہ جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات میں ہے اخلاق میں بھی ہے۔

حدیث (۱۹)

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْماً فَقَالَ: **يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلَىٰ أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ** (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح) وَفِيْ رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيْ: **اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَآءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً**

ترجمہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی ﷺ کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا: اے بچے! میں تجھے چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کر اس کو اپنے سامنے پائے گا، جب تو مانگ تو اللہ سے مانگ اور جب تو مدد طلب کر تو اللہ سے ہی مدد طلب کر۔ یقین جان لے کہ اگر ساری امت اکٹھا ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو نفع نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اکٹھا ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو ضرر نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے خلاف لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے) ترمذی کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ہے: اللہ کی حفاظت کر اس کو اپنے سامنے پائے گا، اللہ سے خوشحالی میں پہچان بنا کے رکھ وہ سختی میں تجھے پہچانے گا اور یقین رکھ کہ جو (نعمت یا مصیبت) تجھ سے ہٹ گئی وہ تجھ تک پہنچ نہ سکتی تھی اور جو تجھ کو پہنچ گئی وہ تجھ سے ہٹ نہ سکتی تھی۔ یقین رکھ کہ غلبہ صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے اور دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

فوائد واحکام:

ا۔ امام ابن رجب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عظیم وصیتوں اور امور دین سے متعلق کلی قواعد پر مشتمل ہے۔

۲۔ ''اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمھاری حفاظت کرے گا'' یعنی اس کے دین وشریعت کی حفاظت کرو، صلاتوں کی حفاظت کرو، قسموں کی حفاظت کرو، شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اللہ کے حدود کی حفاظت کرو، اس کے حکموں کی پابندی کرو اوراس کی روکی ہوئی چیزوں سے رک جاؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا اللہ اس کے دین کی ،اس کے جان و مال کی اور اہل وعیال کی حفاظت فرمائے گا۔

اللہ تعالی زندگی میں گمراہ کن شبہات اور شرک و بدعات سے نیز حرام شہوات وخواہشات سے محفوظ رکھ کر دین کی حفاظت فرمائے گا اور ایمان پر اس کی وفات ہوگی۔ وفات کے بعد عذاب قبر اور عذاب جہنم سے اس کی حفاظت فرمائے گا، اس کو اور اس کے اہل وعیال کو آفات اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔اس کے مال میں برکتیں نازل ہوں گی۔ چوری، ڈکیتی، آتش زنی اور دیگر حوادث سے مال سلامت رہے گا۔

اللہ تعالی صالح بندوں کی اولاد کی بھی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ سورہ کہف میں موسیٰ اور خضر علیہم السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ خضر علیہ السلام

نے اللہ کے حکم سے ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا تھا کیونکہ وہ ایسے دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیک انسان تھا۔

۳۔ جو لوگ اللہ کے دین وشریعت کو ضائع وبرباد کر دیتے ہیں اللہ تعالی بھی انھیں ضائع کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿نَسُوْا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ توبہ/۶۷ [یہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے انھیں بھلا دیا]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ صف/۵ [پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا]۔ حالت یہ ہوجاتی ہے کہ جن سے انسان خوشی کی امید رکھتا ہے ان سے بھی اسے تکلیف پہنچنے لگتی ہے۔ اس کے بیوی بچے اور نوکر چاکر سب اس کے نافرمان ہوجاتے ہیں۔

۴۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا اللہ کو اپنے سامنے پائے گا یعنی اللہ تعالی اسے ہر نیکی اور بھلائی کی توفیق دے گا، ہر تنگی میں فراخی اور ہر مشکل میں آسانی فرمائے گا، اس کے دل سے ہر بے جا خوف واندیشہ دور کر دے گا۔

۵۔ سوال صرف اللہ سے کرو، کسی مخلوق کے سامنے دست طلب دراز نہ کرو کیونکہ اس میں ان کے سامنے ذلت وفقر کا اظہار ہے جو صرف اللہ کے سامنے ہونا چاہئے۔ امام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''مخلوق سے سوال کرنے میں تین برائیاں ہیں: (۱) غیر اللہ کے سامنے فقر ومحتاجی کا اظہار جو شرک کی ایک صورت ہے۔ (۲) جس سے سوال کیا گیا ہے اس کو تکلیف

پہنچانا جومخلوق پرظلم کی ایک صورت ہے۔(۳) غیراللہ کے سامنے ذلیل ہونا جونفس پرایک ظلم ہے۔''

البتہ اگرکسی وقت انسان مخلوق سے سوال کرنے پر مجبور ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ ایسا سوال ہو جومخلوق کے بس میں ہواوراس پربھی عقیدہ یہ ہوکہ یہ اللہ کی طرف سے ایک سبب اور ذریعہ ہے ورنہ حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالی ہی ہے۔

۶۔حدیث میں اللہ ہی سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ایک اور حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشادمروی ہے:''اپنے لئے مفید چیز کا حریص بنو، اللہ سے مدد طلب کرواور عاجز نہ بنو''۔نیز نبی ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کوحکم دیا تھا کہ وہ ہرصلاۃ کے بعد یہ دعا پڑھا کریں:اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ [اے اللہ!اپنے ذکروشکراوراچھی عبادت پر میری مددفرما]۔قرآن پاک میں سورہ فاتحہ کے اندر بندہ کو ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کی مدد کے بغیر نہ احکام کی بجاآوری کرسکتا ہےاور نہ ہی ممنوعات سے بچ سکتا ہےاور نہ ہی آسمانی بلاؤں پرصبرکرسکتا ہےلہذا وہ ہرگھڑی اللہ کی مدد کا محتاج ہےاوراسے ہرساعت اللہ سے مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔امام ابن قیم فرماتے ہیں:استعانت میں دواصول اکٹھا ہیں:ایک اللہ پراعتماد کا عقیدہ

دوسرے اس پر عملاً اعتماد۔ بندہ کسی شخص کو لائق اعتماد سمجھتا ہے مگر اس کے باوجود اس پر اعتماد نہیں کرتا کیونکہ اسے اس کی حاجت نہیں ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی کو لائق اعتماد نہ سمجھنے کے باوجود اس کی ضرورت کی بنا پر اس پر اعتماد کرتا ہے کیونکہ اس کا کوئی متبادل اور قائم مقام نہیں ہوتا۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: میں نے غور کیا کہ سب سے زیادہ مفید دعا کون سی ہے تو میں نے پایا کہ وہ دعا اللہ سے اس کی مرضی کے کاموں پر مدد مانگنا ہے اور وہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾

۷۔ دنیا میں بندہ کو جو بھی نفع وضرر پہنچتا ہے وہ اس کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ جو کچھ انسان کی تقدیر میں ہے پوری دنیا مل کر اسے نہیں ٹال سکتی۔ اس عقیدہ کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ تنہا اللہ ہی سے مدد چاہے، اسی سے سوال کرے اور اسی سے گریہ وزاری کرے اور تنہا اسی کی عبادت کرے۔قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَّن يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا﴾توبہ/۵۱[آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی سوائے اس کے جتنا اللہ نے ہمارے حق میں لکھ دیا ہے، وہ ہمارا کارساز اور مولی ہے]۔نیز ارشاد ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ﴾حدید/۲۲[نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے اور نہ (خاص) تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے]۔

۸۔اللہ تعالی لوح محفوظ میں بندوں کی تقدیر لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالی نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی۔ نیز صحیح مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول آج ہمارا عمل کس طرح ہے؟ کیا اس طرح کہ قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا مستقبل میں؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس میں ہے کہ قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے۔تو صحابی نے پوچھا: پھر عمل کیونکر کریں؟ آپ نے فرمایا: عمل کرتے جاؤ ہر کسی کے لئے وہی آسان ہوتا ہے جس پر اس کی تخلیق کی گئی ہے۔

۹۔جو شخص اپنی صحت وتندرستی، امن وعافیت اور خوشحالی میں اللہ کو یاد رکھے گا، اس کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا، واجبات وفرائض کا پابند اور حرام کاموں سے باز رہے گا تو بیماری وخوف اور شدت ومصیبت کی حالت میں اللہ بھی اسے یاد رکھے گا، اسے خوف سے نجات دے گا اور تنگی میں فراخی عطا کرے گا۔ اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کے قصہ پر غور کیجئے کہ اللہ نے انھیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور سبب یہ بتلایا کہ وہ تسبیح کرنے والے تھے۔﴿ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾صافات ۱۴۴/ [پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتے]۔ جب کہ ظالم فرعون کا قصہ دیکھئے کہ غرق ہونے کے وقت جب اس

نے ایمان کا اعلان کیا تو اللہ تعالی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تو اہل فساد میں سے تھا۔﴿ءٰآلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ یونس/۹۱ [(جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا]۔

۱۰۔صبر کرنے سے فتح وغلبہ نصیب ہوتا ہے۔صبر اپنے اندر بڑے عظیم معانی رکھتا ہے۔اس میں دشمنوں سے جہاد اور اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے جہاد بھی شامل ہے۔صبر سے متعلق مزید تفصیل حدیث (۲۳) میں آئے گی۔

۱۱۔جب انسان پر مصیبت پڑتی ہے اور وہ دشواریوں اور سختیوں سے دوچار ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لو لگاتا ہے، اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے آسانیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ارشاد باری ہے:﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً﴾ الشرح/۵۔۶ [پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے]۔

۱۲۔بچوں کو عقیدہ کی تعلیم دینا اور ان کی دینی تربیت کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔

۱۳۔دوران سفر اپنا قیمتی وقت فضول گفتگو میں ضائع کرنے کے بجائے دعوت وتعلیم میں لگانا چاہئے۔آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات اس وقت سکھلائے تھے جب وہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے۔

حدیث (۲۰)

عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِي الْبَدْرِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ **إِنَّ مِمَّا أَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ كَلامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلَىٰ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ** (رواه البخاری)

ترجمہ:

ابومسعودعقبہ بن عمروانصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: پہلی نبوتوں کے کلام میں سے جو بات لوگوں تک پہنچی ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمھیں شرم نہ ہوتو جو چاہوکرو۔(اسے بخاری نے روایت کیاہے)

فوائدواحکام:

ا۔حیاایک ایسااعلی اخلاقی جوہرہے جس کے فضائل پچھلی شریعتوں میں بھی بیان کئے گئے تھے۔درحقیقت وہ ایک ایسی ملکوتی صفت ہے جوانسان کو برائیوں سے روکتی،حقداروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچاتی اورشریفانہ اطوارکواپنانے پرآمادہ کرتی ہے لیکن وہ شرم جوانسان کو برائیوں

سے نہ روکے بلکہ واجبات کی ادائیگی سے روک دے قابل تعریف نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔

۲۔حیا کی تعریف میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔(متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: حیا خیر ہی خیر ہے اوراس کا انجام خیر ہی ہوتا ہے۔(مسلم)

۳۔اس حدیث کا مطلب دو طرح ہوسکتا ہے۔ایک تو یہ کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو اسے دیکھو اگر وہ ایسا نہ ہو جس سے شرم کیا جائے تو اسے کرڈالو اور اگر وہ ایسا کام ہو جس سے شرم آتی ہو تو اسے چھوڑ دو اور مخلوق کی پرواہ نہ کرو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جب شرم نہیں ہوتی تو نہایت بے پرواہی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز حیا ہی ہے جب وہی ختم ہوجائے تو برائی کر ڈالنے کے سارے اسباب مہیا ہوجاتے ہیں۔

حدیث (۲۱)

عَـنْ أَبِـيْ عَمْرٍو (وَقِيْلَ أَبِيْ عَمْرَةَ) سُفْيَانَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَـالَ قُـلْـتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْأَسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَداً غَيْرَكَ قَالَ **قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوعمر وسفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کے بارے میں آپ کے سوا کسی اور سے نہ پوچھوں آپ نے ارشاد فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔صحابہ مفید سوالات کرنے کے بڑے حریص تھے خصوصا ایسے سوالات جن میں علم وعمل پایا جاتا ہے ۔محض علمی اور ذہنی لذت والے سوالات سے وہ دور رہا کرتے تھے کیونکہ جس علم کے نتیجہ میں کوئی عمل نہ ہو وہ بیکار اور بے فائدہ ہے۔علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر وہ پہنچا

تو ٹھیک ورنہ علم رخصت ہوجاتا ہے۔

۲۔ یہ بڑی جامع اور نفع بخش وصیت ہے۔ایمان باللہ اور استقامت ایسی دو چیزیں ہیں جن میں پورا اسلام داخل ہے۔ایمان تمام امور عقائدیہ اور اعمال قلبیہ کو محیط ہے اور استقامت دائیں بائیں مڑے بغیر اور ہر قسم کی کجروی اور انحراف سے بچ کر صراط مستقیم کو اپنانے اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہنے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کو بخوشی برداشت کرنے کا نام ہے اور یہ چیز ہر ظاہری و باطنی اطاعت کو شامل ہے۔

۳۔قرآن وحدیث میں استقامت کا حکم کئی جگہ آیا ہے اور استقامت اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَاسْتَقِيْمُوْا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ﴾حم السجدة ۶/ [سو تم اسی کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلاَئِكَةُ أَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾حم السجدہ ۳۰/ [واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

هُمْ يَحْزَنُوْنَ أُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ احقاف/۱۳[بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے]۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا (مستدرک حاکم) استقامت اختیار کرو اور تم ہرگز اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔

۴۔ استقامت کے حصول کے لئے معاون اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱) خلوت وجلوت ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے اور اس کی نگرانی کا یقین دل میں بٹھائے۔

۲) نفس کی کوتاہی پر اس کا محاسبہ کرے اور ہر غلطی کے بعد حق کی طرف رجوع ہو۔

۳) نفس کو اطاعت وفرماں برداری پر بزور آمادہ کرے اور اسے نیکیوں کا عادی بنائے۔

یاد رہے کہ جسے ایمان واستقامت نصیب ہوگئی اسے دنیا وآخرت کی ہر سعادت حاصل ہوگئی۔

حدیث (۲۲)

عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوْبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَىٰ ذَالِكَ شَيْئاً أَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ **نَعَمْ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ مجھے بتلائیے اگر میں فرض صلاتوں کو ادا کروں اور رمضان کا صوم رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس پر کچھ اضافہ نہ کروں کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ حدیث میں ذکر کئے گئے اعمال دخول جنت کا سبب ہیں، ان کے

سوا دیگر اسباب بھی موجود ہیں لیکن سائل نے جس قدر سوال کیا تھا اسی کے مطابق نبی ﷺ نے اسے جواب دیا۔

۲۔حدیث میں حج اور زکاۃ کا ذکر نہیں، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا اور سائل کی حالت سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ فقیر آدمی ہے اور زکاۃ کی استطاعت نہیں رکھتا۔

۳۔فرض نمازوں کی بہت اہمیت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اسے دخول جنت کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا اہتمام اور اس کی پابندی ضروری ہے۔ صحیحین میں نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے: جس نے دو ٹھنڈی صلاتیں (فجر وعصر) ادا کیں جنت میں داخل ہوگا۔ نیز ارشاد ہے: جس نے ہر صلاۃ کو اس کے وقت پر ادا کیا اس کے لئے اللہ کے پاس یہ عہد ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداود)

۴۔صوم رمضان بھی دخول جنت کا ایک سبب ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: بندہ کا ہر عمل خود اس کے لئے ہوتا ہے، ہر نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے سوائے صوم کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ (متفق علیہ)

۵۔حلال کو حلال سمجھوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حلال مان کر اس پر عمل کروں لہذا اس میں واجب ومستحب اور مباح سب داخل ہے۔ حرام کو

حرام سمجھوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام مان کر اس سے دور رہوں ۔ جس نے کسی حرام کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھا تو اگر چہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے پھر بھی کافر ہو جاتا ہے ۔ یہی معاملہ کسی حلال کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے پر بھی ہے ۔

۶ ۔ جس شخص نے کسی کمی بیشی کے بغیر فرائض کی ادائیگی کی اور محرمات سے اجتناب کیا وہ جنت میں داخل ہوگا ۔

۷ ۔ جملہ انسانی اعمال یا تو دل سے کئے جاتے ہیں یا دیگر جسمانی اعضاء سے اور یا شریعت نے انھیں کرنے کی اجازت دی ہے یا ان کے کرنے سے روکا ہے جن کاموں کی اجازت دی گئی ہے انھیں حلال کہا جاتا ہے اور جن کاموں سے روکا گیا ہے انھیں حرام کہا جاتا ہے اس لحاظ سے حلال وحرام میں سارے کام داخل ہو جاتے ہیں ۔ جو شخص حلال کو حلال سمجھ کر اپنائے اور حرام کو حرام سمجھ کر دور رہے گویا اس نے پورے دین پر عمل کرلیا کیونکہ حلال وحرام سے باہر کوئی چیز نہیں ۔

۸ ۔ جس شخص کو دینی مسائل معلوم نہ ہوں اسے علماء کرام سے دریافت کرنا چاہئے ، اس میں شرم وحیا نقصان دہ اور قابل مذمت ہے ۔

حدیث (۲۳)

عَـنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَـالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : **اَلـطَّهُـوْرُ شَـطْرُ الْأَيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَـمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأٰنِ أَوْ تَمْلَأُ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلاةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْـقُـرْآنُ حُـجَّةٌ لَكَ أَوْ عَـلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَّفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا** (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دے گا اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یہ دونوں آسمان وزمین کے درمیان (کی وسعتوں) کو بھر دیں گے۔ صلاۃ نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔ ہر شخص صبح کرتا ہے تو اپنے نفس کو بیچ کر یا آزاد کر لیتا ہے یا ہلاک کر لیتا ہے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

۱۔ یہ بہت عظیم حدیث ہے، اسلام کی ایک بنیاد ہے اوردین کے بہت سے اہم قواعد پر مشتمل ہے۔

۲۔ طہارت کی بڑی فضیلت ہے اوراسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔شرک وبدعت اورگناہ ومعصیت سے نفس کی پاکی اورغلاظت وگندگی سے بذریعہ غسل ووضوجسم کی پاکی یعنی قلبی اورجسمانی دونوں قسم کی طہارت اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہے۔

۳۔ الحمدللہ اورسبحان اللہ کے ذریعہ اللہ کا ذکر نے میں بہت بڑااجر وثواب ہے کیونکہ الحمدللہ میں اللہ کے لئے تمام اوصاف کمال کا اثبات اور ہر ظاہری وباطنی نعمت پر شکر گذاری پائی جاتی ہے اورسبحان اللہ میں ہر نقص وعیب اورمخلوق کی مشابہت سے تنزیہہ وتقدیس کا اعتراف ہے۔

۴۔ حدیث میں صلاۃ کونور کہہ کرصلاۃ کی عظمت واہمیت کواجاگرکیا گیاہے۔صلاۃ کے ذریعہ دل میں نور پیدا ہوتا ہے، چہرے پہ نور ہوتا ہے،قبر اورحشرونشر میں نور ہوگا، پل صراط پر نور ہوگا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: جس نے صلاۃ کی پابندی کی اس کے لئے بروز قیامت نورودلیل اورنجات ہوگی اورجس نے اس کی پابندی نہیں کی اس کے لئے نہ ہی نور ہوگی اورنہ ہی دلیل

اور نجات۔ (مسند احمد)

۵۔ بہ رضا و رغبت صدقہ و خیرات کرنا برہان ہے یعنی صدقہ دینے والے کے ایمان کی صداقت پر دلیل و برہان ہے کیونکہ اس نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا محبوب مال خرچ کیا۔ اس میں فرض زکاۃ بھی داخل ہے اور نفلی صدقات بھی ۔ صدقہ و خیرات کی فضیلت میں بہ کثرت احادیث آئی ہیں ۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس دن بھی بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما، دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! سمیٹ کر رکھنے والے کو بربادی عطا فرما۔ (متفق علیہ)

۶۔ صبر کو ضیاء کہا گیا ہے ۔ ضیاء عربی میں سورج کی روشنی کو کہتے ہیں جس میں ایک قسم کی تپش اور سوزش ہوتی ہے چونکہ صبر میں بھی نفس پر مشقت اور گرانی ہوتی ہے اور نفس کی مرضی اور خواہش کے خلاف جبر کرنا ہوتا ہے اس لئے اسے ضیاء سے تعبیر کیا گیا۔

اللہ تعالی نے صبر کا حکم دیا ہے اور صبر کرنے والے کو بے حساب اجر وثواب دینے اور جنت کی نعمتیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

صبر کی تین قسمیں ہیں: اللہ کی اطاعت پر صبر، اس کی معصیت سے صبر اور اس کی قضا و قدر پر صبر ۔ اللہ کی اطاعت پر صبر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو

اللہ کے احکام کی پابندی پراس طرح لگادے کہ اطاعت گراں نہ گزرے۔ اوراللہ کی معصیت سے صبر یہ ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطراپنے آپ کو گناہوں اورنافرمانیوں سے بازرکھے۔اورقضاوقدر پرصبر یہ ہے کہ جان ومال اوراہل وعیال میں کیسی بھی مصیبت پڑے نہ ہی دل میں کسی طرح اللہ کی تقدیر پرغصہ اورشکایت آنے دے اورنہ ہی ہاتھ یازبان سے کوئی ایسی حرکت کرے جس سے تقدیر پرناراضگی کا پتہ چلتا ہواوراس بات کا یقین رکھے کہ جومصیبت اس پرآپڑی ہے ٹل نہیں سکتی تھی اور جومصیبت ٹل گئی ہے پڑ نہیں سکتی تھی اوراللہ سے اجروثواب کی امید رکھے۔اللہ کے رسولﷺ کا فرمان ہے کہ مومن کا معاملہ عجیب ہے اس کی ہر ہر حالت میں خیر ہے اور یہ بھلائی صرف مومن کو حاصل ہے۔اگراسے نعمت ملتی ہے تو شکراداکرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے اوراگر مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔(مسلم)

۷۔قرآن پاک اپنے عامل اورمتبع کے لئے حجت ہے قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی بن کےآئے گالیکن اپنے سے منہ موڑنے والےاور عمل نہ کرنے والے کے خلاف حجت ہے اسے جہنم کی طرف لے جائے گا۔ سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے: جوبھی قرآن مجید کے ساتھ بیٹھا یا تو نفع لے کے اٹھایا خسارہ کرکے اٹھا۔ارشاد باری ہے:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا

هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ إِلَّا خَسَاراً ﴾ اسراء/۸۲ [یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی]۔

۸۔ سارے لوگ صبح کر کے محنت ومشقت میں لگ جاتے ہیں لیکن کسی کی مشقت اسے ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور کسی کی مشقت اسے نجات کی طرف لے جاتی ہے۔ جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کدو کاوش کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچالیتا ہے اور جو شخص اس کے برخلاف شیطانی راہوں پر گامزن ہوتا ہے، اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ ذلیل ہوکر ہلاکت میں جا پڑتا ہے۔

حدیث (۲۴)

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ **يَا عِبَادِيْ إِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً فَلاَ تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلاَّ مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمُكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ إِلاَّ مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ أُكْسِكُمْ يَا عِبَادِيْ إِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ ذَالِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئاً يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى قَلْبِ أَفْجَرِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئاً يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِيْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ**

ذَالِکَ مِمَّا عِنْدِيْ إِلاَّ کَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُکُمْ أُحْصِيْهَا لَکُمْ ثُمَّ أُوَفِّيْکُمْ فَمَنْ وَجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَالِکَ فَلاَ يَلُوْمَنَّ إِلاَّ نَفْسَهُ

(رواہ مسلم)

ترجمہ:

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور اسے تمھارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھانا کھلاؤں پس مجھ سے کھانا مانگو میں تمھیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں پس مجھ سے لباس مانگو میں تمھیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب شب و روز خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں پس مجھ سے بخشش مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کی رسائی مجھے ضرر پہنچانے تک

نہیں ہوسکتی کہ تم مجھے ضرر پہنچادو اور نہ ہی تمھاری رسائی مجھے نفع پہنچانے تک ہوسکتی ہے کہ تم مجھے نفع پہنچادو۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے آخر کے لوگ اور تمھارے انسان اور تمھارے جن تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہوجائیں تو یہ میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ کرے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے آخر کے لوگ اور تمھارے انسان اور تمھارے جن تم میں سب سے زیادہ فاجر شخص کے دل جیسے ہوجائیں تو یہ میری سلطنت میں کچھ کمی نہ کرے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے آخر کے لوگ اور تمھارے انسان اور تمھارے جن ایک کھلے میدان میں کھڑے ہوجائیں اور سب مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اس کا سوال دے دوں تو اس سے میرے خزانوں میں کوئی کمی نہ ہوگی سوائے ایسے جیسے ایک سوئی سمندر میں ڈبونے کے بعد کم کردیا کرتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمھارے ہی اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لئے شمار کرکے رکھتا ہوں پھر تم کو اس کا بدلہ دیتا ہوں پس جو بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد بیان کرے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کی ملامت کرے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔ یہ حدیث حدیث قدسی کہلاتی ہے کیونکہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کررہے ہیں۔ یہ بہت اہم اور عظمت والی حدیث ہے۔

۲۔ اللہ تعالی نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرلیا ہے کیونکہ وہ مکمل عدل وانصاف والا ہے اس کے عدل میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ نساء/۴۰ [بے شک اللہ تعالی ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْماً وَّ لَا هَضْماً﴾ طٰہٰ/۱۱۲ [اور جو نیک اعمال کرے اور ایماندار بھی ہو تو نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا]۔

اللہ تعالیٰ نے قدرت کے باوجود بندوں پر ظلم وزیادتی کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے یہ اس کا بہت بڑا فضل واحسان ہے۔

۳۔ ظلم کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بندہ خود اپنی جان پر ظلم کرے اور وہ یہ کہ شرک کا ارتکاب کرے جو سب سے بڑا ظلم ہے ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ لقمان/۱۳ [یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے] یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ طلاق/۱ [جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرتا ہے

یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا] ظلم کی دوسری صورت یہ ہے کہ بندہ دوسرے پر ظلم وزیادتی کرے اور یہ بھی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۴۔ بندوں پر باہم ظلم وزیادتی حرام ہے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزت وآبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جس طرح اس شہر (مکہ) میں اس مہینہ (ذوالحجہ) میں آج کے دن (عرفہ) کی حرمت ہے۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی صورت میں ہوگا۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: جس نے اپنے بھائی پر کوئی زیادتی کی ہو تو اس سے معاف کروالے کیونکہ وہاں (بروز قیامت) درہم ودینار نہیں ہوگا اور اس کی نیکیاں اس سے لے کر اس کے بھائی کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے بھائی کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

۵۔ اللہ سے ہدایت طلب کرنا ضروری ہے اسی لئے ہر صلاۃ کی ہر رکعت میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ اپنی رات کی دعامیں پڑھا کرتے تھے: اِهْـدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (صحیح مسلم) [اختلافی امور میں اپنے حکم سے مجھے حق کی ہدایت نصیب فرما۔ بے شک تو ہی

جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔] نیز نبی ﷺ سے ایک دعا اس طرح مروی ہے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدَىٰ وَالتُّقَىٰ وَالْعَفَافَ وَالْغِنَىٰ۔ (صحیح مسلم) [اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقوی، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں]

صحیح مسلم میں طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص اسلام لاتا تو نبی ﷺ اسے صلاۃ کی تعلیم دیتے پھر اسے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت دے، اور مجھے رزق عطا فرما۔

۶۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ اپنے دین ودنیا کی تمام ضرورتوں کا سوال اللہ ہی سے کرے۔ جیسے بندہ اللہ سے ہدایت ومغفرت کا سوال کرتا ہے ویسے ہی کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں بھی اسی سے مانگے۔ ایک اور حدیث میں ہے: تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر ضرورت اپنے رب ہی سے مانگے حتی کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے پر وہ بھی اسی سے مانگے۔ (صحیح ابن حبان)

۷۔ اللہ تعالی رزاق ہے اور اسی کے ہاتھ میں رزق کے خزانے اور اس کی کنجیاں ہیں۔ ارشاد مولا ہے: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ﴾ عنکبوت/۱۷ [تم اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت

کرو]۔ اس لئے جب بھی بندۂ مومن کو تنگدستی کا سامنا ہوتا ہے یا وہ فقر ومحتاجی میں گھر جاتا ہے تو وہ لوگوں سے اپنی امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے اسی رب کے سامنے اپنی حاجتیں رکھتا ہے، اسی سے لو لگاتا اور اسی کے فضل وکرم کا طالب ہوتا ہے۔

۸۔ آدم کے بیٹے صبح وشام خطائیں کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اللہ کی جانب سے عفو ومغفرت کا مژدہ ہے بشرطیکہ بندہ اس سے مغفرت کا طالب ہو حالانکہ بہت سارا فضل وکرم طلب مغفرت کے بغیر بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالی تم کو ختم کر کے ایک ایسی قوم لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اپنے رب سے مغفرت کے طالب ہوں گے اور اللہ ان کی بخشش فرمائے گا۔ (مسلم)

۹۔ سچی توبہ اور استغفار کے ذریعہ اللہ تعالی بندہ کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے ان کی کمیت وکیفیت جیسی ہی ہو۔ تفصیل حدیث (۴۲) میں آرہی ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالی اپنے بندوں سے بے نیاز ہے، اسے اطاعت گذاروں کی اطاعت سے نہ کوئی نفع پہنچتا اور نہ معصیت کاروں کی معصیت سے کوئی ضرر پہنچتا ہے۔ اللہ کا ایک نام غنی (بے نیاز) اور دوسرا نام حمید (قابل

تعریف) ہے۔

۱۱۔ حدیث سے اللہ کی قدرت وسلطنت اور بے نیازی کا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ بیک وقت و بیک مقام سارے انسان و جنات کو ان کی مانگی ہوئی مرادیں عطا کر دے تب بھی اس کے خزانے ختم نہیں ہوں گے بلکہ خرچ کرنے سے کم بھی نہ ہوں گے۔

۱۲۔ اللہ تعالی بندوں کے عمل گن گن کے رکھتا ہے اور انھیں اس کا بھر پور بدلہ دے گا، اگر عمل خیر ہے تو اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھا کر عطا فرمائے گا لیکن اگر عمل بد رہا تو اس جیسا ہی بدلہ ملے گا زیادتی نہ ہوگی البتہ اگر اللہ چاہے گا تو اسے بھی معاف کر دے گا۔

۱۳۔ نیکیوں کی توفیق اور عمل خیر کی آسانی ایک نعمت ہے جس پر بندہ کو اللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے۔

۱۴۔ نافرمان کے لئے ایک دن ایسا آنے والا ہے جب وہ اپنے آپ کی ملامت کرے گا لیکن اس دن ندامت وملامت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وقت گذر چکا ہوگا، آج دنیا میں مہلت ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے باز آجائے اور اللہ کی طرف رجوع کر لے۔

حدیث (۲۵)

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَاساً مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ **أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ إِنَّ بِكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِيْ بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ** قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَأْتِيْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا أَجْرٌ قَالَ: **أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ فَكَذَالِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِيْ حَلَالٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دولت مند لوگ سارا ثواب لے گئے وہ صلاۃ پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ صوم رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں،

اس پر مزید وہ اپنے فاضل مالوں میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ نے بعض اعمال ایسے نہ بنائے ہیں جن کے ذریعہ تم صدقہ کرو، ہر اللہ اُکبر ایک صدقہ ہے، ہر الحمد للہ ایک صدقہ ہے، ہر لا اِلٰہ اِلا اللہ ایک صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تمھاری شرمگاہ (کے حلال استعمال کرنے) میں صدقہ ہے۔لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے اور اس میں بھی اجر پاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر وہ اسے حرام میں استعمال کرتا تو اس پر گناہ ہوتا؟ ایسے ہی جب اس نے اسے حلال میں استعمال کیا تو اس کے لئے ثواب ہے۔(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔صحابۂ کرام کے اندر نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور آگے بڑھنے کا شدید جذبہ موجود تھا اسی لئے جب غریب مہاجرین نے دیکھا کہ مالدار لوگ صدقہ وخیرات کر لینے کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ گئے تو انھوں نے بھی اس بلند مقام کو پانے کے لئے نبی ﷺ سے دریافت کیا چنانچہ آپ نے ان کو ایسے صدقات کی رہنمائی کی جس کی وہ استطاعت رکھتے

تھے آپ نے انھیں بتلایا کہ اللہ کا ذکر صدقہ کے قائم مقام ہے۔

۲۔ ایک مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو ملی ہوئی نعمت کے پانے کی تمنا کرنا جائز ہے جیسا کہ غریب صحابہ نے مالدار صحابہ پر رشک کیا لیکن اس نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا حسد ہے اور حرام ہے۔

۳۔ درحقیقت نیکیاں ہی مقابلہ کا کشادہ میدان ہیں، اہل ایمان دنیاوی ترقیوں، مال ودولت، بلند عمارتوں اور زیب وزینت میں مقابلہ کرنے کے بجائے اعمال خیر میں مقابلہ کیا کرتے ہیں۔

۴۔ تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر اللہ کا بہترین ذکر ہیں اور صدقہ کے قائم مقام ہیں۔ ذکر کے بعض فضائل حدیث (۲۳) میں گذر چکے ہیں۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ایک صدقہ ہے۔ معروف وہ ہے جو شریعت میں معروف ہو اور شریعت نے اسے باقی وثابت رکھا ہو اور منکر وہ ہے جس کا شریعت نے انکار کیا ہو اور اسے باقی وثابت نہ رکھا ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی وہ عمل ہے جس کی بنا پر اس امت کو اللہ تعالی نے خیر امت کہا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ آل عمران/۱۱۰ [تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو]۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ نا لعنت کا باعث ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ ذَالِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾المائدہ/۷۸[بنی اسرائیل کے کافروں پر داود علیہ السلام اور عیسی بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا]۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔(مسلم)

ایک شخص جو خود کسی عملی کوتاہی میں مبتلا ہے کیا وہ کسی دوسرے کو بھلائی کا حکم دے سکتا اور برائی سے روک سکتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب یہ ہے کہ ہر بندے پر دو چیزیں فرض ہیں ایک خود اپنے نفس کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور دوسرا فرض دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اگر کسی بندے سے ایک حکم کی ادائیگی میں کوتاہی ہورہی ہو تو اسے دوسرے حکم کی ادائیگی ضرور کرنی چاہئے تاکہ اس پر دوہرا گناہ اکٹھا نہ

ہو۔البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اکمل وافضل طریقہ بہر صورت یہی ہے کہ انسان جن باتوں کا دوسروں کو حکم دے رہا ہے پہلے خود ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے روک رہا ہے خود بھی ان سے پرہیز کرتا ہو۔

٦۔ بیوی کے پاس جانا اوراس سے ہمبستری کرنا صدقہ ہے خصوصا اس وقت جبکہ اس سے اپنی اور اپنی بیوی کی شرمگاہوں کی حفاظت،عفت وپاکدامنی اور صالح اولاد کا حصول مقصود ہو جن کی تعلیم وتربیت اللہ کی مرضی کے مطابق کرے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل میں نیک نیتی کی بڑی اہمیت ہے۔

٧۔حلال کو اختیار کرنا تاکہ حرام سے بچا جاسکے باعث اجر وثواب ہے۔ واضح رہے کہ حلال میں ان تمام حرام چیزوں کا پاکیزہ بدل موجود ہے جن کی طرف انسان کی طبیعت مائل ہوتی ہے،اگر کوئی چاہے تو حلال کو اپنا کر حرام سے بے نیاز ہوسکتا ہے۔کیا ہی عمدہ دعا ہے:اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلاَلِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ [اے اللہ حلال میں مجھے خودکفیل بنادے اور حرام سے بچالے ، اور اپنے فضل کے ذریعہ اپنے سوا دوسروں سے مجھے بے نیاز کردے]۔

٨۔خیر اور نیکی کے راستے بہت سے ہیں اگر کسی کو کسی خاص نیکی کی استطاعت نہیں ہے تو نیکی کا دوسرا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہے، جو غریب ہونے کی بنا پر صدقہ وخیرات نہیں کرسکتا وہ اللہ کا ذکر بہ آسانی کرسکتا ہے۔

حدیث (۲۶)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ **كُلُّ سُلاَمَىٰ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ لِرَجُلٍ فِيْ دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ يَمْشِيْهَا إِلَىٰ الصَّلاَةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْأَذَىٰ عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ**

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دن جس میں سورج نکلتا ہے انسان کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ پیدل کو اپنی سواری پر سوار کر لینا یا اس کا سامان اپنی سواری پر لاد لینا صدقہ ہے۔ پاکیزہ کلام صدقہ ہے۔ صلاۃ کے لئے اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔ ہر صبح انسان کے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور پھر مختلف اعمال خیر اس صدقہ کی ادائیگی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں اسی حدیث کے اندر یہ زیادتی موجود ہے: ضحیٰ (چاشت) کے وقت کی دو رکعتیں پڑھ لینا ان سب کی طرف سے کافی ہے۔

۲۔ بدن کی ہڈیاں اور اس کے جوڑ اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں، ان نعمتوں کے شکریہ میں ہر ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے۔

۳۔ اختلاف رکھنے والوں کے درمیان عدل وانصاف کا فیصلہ کردینے اور ان میں اصلاح کرادینے کی بڑی فضیلت ہے، یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ أنفال/۱[سوتم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو] اصلاح کے لئے زبان وبیان، دست وبازو، مال ودولت اور جاہ وحشمت کی ہر ممکن طاقت استعمال کرنی چاہیئے کیونکہ باہمی اختلافات معاشرے کا زخم ہیں اگر ان پر اصلاح کا مرہم نہیں رکھا گیا تو وہ بڑھ کر ناسور ہوجائیں گے یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی گئی ہے۔

۴۔ کسی مسلمان کو اپنی سواری پر سوار کر لینا یا اس کا ساز و سامان سواری پر رکھ لینا بھی صدقہ ہے۔

۵۔اس حدیث میں مسلمانوں کو باہمی تعاون کی فضا بنانے کی دعوت دی گئی ہے اور آپس میں حسن سلوک اور بھائی چارگی کے معاملے کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

۶۔ پاکیزہ کلمہ صدقہ ہے۔ تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل، دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب پاکیزہ کلمات میں داخل ہیں۔ایسے ہی ضرورتمندوں کی سفارش، حق گوئی اور لوگوں کی اصلاح اور باہمی الفت ومحبت کی باتیں بھی عمدہ پاکیزہ کلمات میں سے ہیں۔

۷۔ مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔ اس سلسلہ میں کئی احادیث آئی ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں سامان ضیافت تیار کر کے رکھتا ہے جب جب وہ مسجد میں صبح یا شام کو جاتا ہے۔(بخاری) نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالی خطاؤں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ صحابہ نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: طبیعت پر شاق گذرنے کے وقت مکمل وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانا، ایک صلاۃ کے بعد دوسری صلاۃ کا انتظار کرنا،

یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔(مسلم) رباط کا مفہوم ہے اسلامی سرحدوں کی پہرہ داری جس کے فضائل کی بڑی کثرت اورشہرت ہے۔

نیز ارشاد ہے: صلاۃ میں سب سے زیادہ ثواب اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جوسب سے زیادہ دوری سے چل کے آتا ہے پھروہ جواس سے کم پھر وہ جواس سے کم دوری سے چل کے آتا ہے۔(متفق علیہ)

۸۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں جیسے پتھر یا کانٹے یا گندگی یا شیشہ وغیرہ کا ہٹا دینا جس سے چلنے اور گذرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے صدقہ ہے۔اس سے صفائی ستھرائی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا صدقہ کے برابر ہے تو ظاہر ہے کہ راستہ میں تکلیف دہ چیزوں کا پھینکنا گناہ اور جرم ہوگا۔اگراس نبوی تعلیم کو اپنالیا جائے تو مسلمانوں کی بستیاں مثالی بستیاں بن سکتی ہیں۔

حدیث (۲۷)

عَـنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ **الْبِـرُّ حُسْـنُ الْخُلُقِ وَالْأَثْمُ مَا حَاکَ فِيْ نَفْسِکَ وَکَرِهْتَ أَن يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ** (رواه مسلم) وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَـنْهُ قَـالَ أَتَيْـتُ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: **جِـئْـتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَ الْأَثْمِ** ؟ فَـقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ **اسْتَـفْـتِ قَلْبَکَ الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ الـنَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْأَثْمُ مَا حَاکَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الـصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاکَ النَّاسُ وَأَفْتَوْکَ** (حـديث حسن رويناه في مسندي الإمامين أحمد بن حنبل والدارمي بإسناد حسن)

ترجمہ:

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا مطلع ہونا تمھیں ناگوار ہو۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: تم نیکی کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے کہا:

ہاں۔آپ نے فرمایا: اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور جس پر دل پُرسکون ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے اگرچہ لوگ تمھیں فتوی دیں، اگرچہ لوگ تمھیں فتوی دیں۔(حدیث حسن ہے۔مسند امام احمد اور مسند امام دارمی میں بہ سند حسن مروی ہے)

فوائد واحکام:

۱۔حسن اخلاق بڑی فضیلت والی چیز ہے کہ اسے ہی نبی ﷺ نے نیکی قرار دیا۔حسن اخلاق میں وہ تمام فضائل ومکارم داخل ہیں جن کی طرف قرآن عظیم نے دعوت دی ہے اور جن کو اپنا کر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔رسول اکرم ﷺ کا جیسا معاملہ اللہ کے ساتھ تھا اور جیسا کچھ اللہ کے بندوں کے ساتھ تھا وہی اخلاق کا اعلی نمونہ ہے کیونکہ آپ ﷺ اخلاق کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

۲۔گناہ کا پیمانہ یہ ہے کہ اس سے دل میں تنگی و بے چینی اور قلق واضطراب پیدا ہوتا ہے اس کے برخلاف نیکی پر انسان کا ضمیر مطمئن اور اس کا دل پرسکون ہوتا ہے۔

۳۔مومن کو ہمیشہ اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کے عیوب کی اطلاع نہ ہو اس کے برخلاف فاسق وفاجر لاپرواہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات جرأت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ لوگوں کے سامنے علانیہ جرائم کرتا ہے اور

ان کی تنقید وعیب گیری سے اس کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں پڑتا اور بعض کی ڈھٹائی، بدبختی و بے حیائی تو یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر فخر کرتے ہیں۔

۴۔آدمی شبہہ کی چیزوں کو چھوڑ کر ایسے کام کرے جو شک سے پاک ہوں،شبہات میں پڑنے سے انسان حرام میں بھی جا پڑتا ہے۔

۵۔جس عمل کے مباح وجائز ہونے کی شرعی دلیل موجود ہوتو دل مطمئن ہو یا نہ ہو دلیل پر چلنا ضروری ہے کیونکہ دل کی بےقراری کے اسباب شبہ کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔مثال کے طور پر سفر میں صوم توڑنے اور چار رکعتوں والی صلاتوں کو دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت ہے بسا اوقات لوگوں کا دل اس پر مطمئن نہیں ہوتا لیکن چونکہ شرعی دلیل واضح طور پر موجود ہے اس لئے اپنے نفس کی مخالفت کر کے اتباع دلیل واجب ہے۔صلح حدیبیہ کے موقع پر کعبہ پہنچنے سے پہلے ہی نبی ﷺ نے صحابۂ کرام کو قربانی کر لینے اور احرام کھول دینے کا حکم فرمایا صحابہ کو ناگوار ہوا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے لئے اسی میں ہر طرح کی بھلائی اور سعادت پنہاں تھی۔

٦۔حدیث سے دل کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کے اندر ایمان واستقامت جاگزیں اور پختہ ہو جائے تو شبہات کے مواقع پر اس کا فیصلہ درست ہوتا ہے اور نیکی وبدی میں اس کے فیصلہ سے تمیز کی جا سکتی ہے۔

حدیث (۲۸)

عَنْ أَبِيْ نَجِيْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ **أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَىٰ اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ وَإِنَّهُ مَن يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ**

(رواه أبوداود والترمذی وقال حديث صحيح)

ترجمہ:

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسا وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! گویا یہ رخصت کرنے والے کا وعظ ہے پس آپ ہمیں وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور سننے

اور ماننے کی اگر چہ کوئی غلام تم پر امیر بن جائے ۔تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا اس وقت تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا اور اسے داڑھوں سے مضبوط تھام لینا اور اپنے آپ کو نئی ایجاد کردہ باتوں سے دور رکھنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔(اسے ابوداوداور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے)

فوائدواحکام:

ا۔ یہ حدیث چار اہم وصیتوں پر مشتمل ہے: [ا] اللہ سے ڈرنا [۲] بات سننا اور ماننا [۳] سنت کو مضبوطی سے تھامنا [۴] بدعتوں سے دور رہنا۔

۲۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے لیکن روزانہ نہیں بلکہ ناغہ کے ساتھ کیونکہ روز روز کی نصیحت اکتاہٹ کا باعث ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہماری اکتاہٹ کے اندیشے سے ہمیں ناغہ دے کر وعظ کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

۳۔ وعظ ونصیحت جس قدر بلیغ اور موثر انداز میں ہو اتنا ہی بہتر ہے۔دل دہلا دینے والی اور آنکھوں کو اشکبار کردینے والی چیزوں کے

تذکرے سے وعظ کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے وعظ وتقریر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ جب اپنی تقریر میں قیامت کا ذکر کرتے تو آپ کا غصہ بڑھ جاتا، آواز بلند ہوجاتی، آنکھیں سرخ ہوجاتیں گویا آپ کسی لشکر سے ڈرارہے ہیں کہ وہ صبح یا شام کوتم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ (مسلم)

واعظین کو وعظ کے لئے ایسی آیات اور احادیث کا انتخاب مناسب ہے جن کا سامعین پر اثر پڑتا ہے اور جن سے دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے لیکن اس کے لئے جھوٹی اور ضعیف احادیث، بے ثبوت خوابوں اور قصے کہانیوں کا سہارا لینے کی مطلقا ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں جو کچھ ہے بہت کافی ہے۔ دراصل جو شخص اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے میں مخلص ہوتا ہے اس کو اللہ تعالی دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے موثر اسلوب سے نواز دیتا ہے اور یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے جتنا عطا کرے۔

۴۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی وصیتوں کے بڑے حریص تھے۔ احادیث میں اس کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں ایک تو یہی حدیث ہے کہ صحابہ نے کہا: آپ ہمیں وصیت فرمایئے۔ ایک حدیث گذر چکی ہے کہ ایک صحابی نے کہا: مجھے کوئی وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک صحابی سفر پہ جارہے تھے تو انھوں نے نبی ﷺ

سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کا تقوی اختیار کرنے اور ہر بلند مقام پر اللہ کی تکبیر بلند کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

۵۔ حدیث سے تقوی اور اس کی وصیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ تقوی یہ ہے کہ آدمی اللہ کے عذاب سے بچاؤ کا سامان کر لے۔ اللہ تعالی نے تمام اگلوں اور پچھلوں کو تقوی ہی کی وصیت کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوْا اللّٰهَ ﴾ نساء/۱۳۱[اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو]۔

۶۔ مسلمان حاکموں کی سمع وطاعت واجب ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں۔ کتاب وسنت کے بہت سے نصوص اس پر دال ہیں۔ ارشاد باری ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾نساء/۵۹[اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالی کی اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی]۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ظاہر یہی ہے کہ یہ آیت علماء اور حکام دونوں طرح کے اختیار والوں اور ذمہ داروں کو شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان آدمی پر اپنی پسند وناپسند سب میں سمع وطاعت واجب ہے سوائے اس صورت کے کہ نافرمانی کا حکم دیا جائے اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر سمع وطاعت نہیں ہے۔(متفق علیہ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سنواور بات مانو اگر چہ تمھارے اوپر ایسا حبشی غلام امیر متعین کر دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۔(بخاری)

۷۔اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے، خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔یہیں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے جو لوگ خلاف شریعت امور میں بھی اپنے علماء اور حکام کی اطاعت کرتے ہیں، جیسے صوفیاء حضرات مریدوں سے کہتے ہیں کہ پیر کی کسی بات پر اعتراض درست نہیں اوراس کی مخالفت صحیح نہیں گرچہ اس کا عمل صریح گناہ معلوم ہورہا ہو، ان کا کہنا ہے: بے سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں گوید۔ایسے ہی وہ مقلدین بھی کھلی غلطی پر ہیں جو تعصب کی بنا پر نبی ﷺ کی صاف اورصریح حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے امام اوراپنے مذہب کی بات آگے رکھتے ہیں۔

۸۔ یہ حدیث نبی ﷺ کی نبوت کی ایک نشانی اور معجزہ ہے کہ آپ نے امت کے اختلاف کی جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے: خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور یہ ملت عنقریب تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، بہتر جہنم میں جائیں

گے صرف ایک جنت میں جائے گی اور وہ جماعت ہے۔(صحیح الجامع ۲۶۳۸/)
مستدرک حاکم اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ سے اس نجات یافتہ جماعت سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: آج جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں اس طریقہ کو اختیار کرنے والی جماعت نجات یافتہ ہوگی۔

۹۔ نبی ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا اتحاد کا راستہ اور اختلاف وتفرقہ بازی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔صرف مضبوطی سے تھامنا نہیں بلکہ خوب خوب مضبوطی سے تھامنا جیسے داڑھوں سے کوئی چیز مضبوط پکڑی جاتی ہے تاکہ بدعات وہوائے نفس میں مبتلا ہوکر آدمی ان راہوں پہ نہ چلا جائے جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کی روش سے مختلف ہیں۔

۱۰۔حدیث میں بدعتوں سے تحذیر وتنبیہ کی گئی ہے جس کے متعلق تفصیل حدیث (۵) میں گذر چکی ہے۔

حدیث (۲۹)

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ قَالَ **لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَإِنَّهُ يَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُ بِهِ وَتُقِيْمُ الصَّلاَةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ** ثُمَّ قَالَ **أَلاَ أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ وَصَلاَةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ** ثُمَّ تَلاَ: **تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ** حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ **أَلاَ أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُوْدِهِ وَذِرْوَةِ سِنَامِهِ** قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ **رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلاَمُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلاَةُ وَذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ** ثُمَّ قَالَ **أَلاَ أُخْبِرُكَ بِمِلاَكِ ذَالِكَ كُلِّهِ** قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ وَقَالَ **كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا** قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ فَقَالَ **ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَوْ قَالَ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ** (رواه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:

معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ آپ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے البتہ وہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس پر اللہ آسان کردے، تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو، صلاۃ کی پابندی کرو، زکاۃ کو ادا کرو، رمضان کا صوم رکھو، بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تمھیں خیر کے دروازے نہ بتلا دوں، صوم ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اسی طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کی تنہائی میں آدمی کی صلاۃ۔ پھر آپ نے تَتَجَافَىٰ جُنُوْبُهُمْ سے يَعْمَلُوْن تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: میں تمھیں معاملہ کے سرے، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا: معاملہ کا سرا اسلام ہے اور اس کا ستون صلاۃ ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان سب کے اصل کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی زبان پکڑ کے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے اوپر روکے رکھو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو ہم بولتے ہیں؟ آپ نے

فرمایا: تمھاری ماں تمھیں گم کرے آخر لوگوں کو جہنم میں ان کے منہ اور نرخروں کے بل ان کی زبانوں کا کیا ہی تو گرائے گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

فوائدواحکام:

۱۔صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے ایسے سوالات کیا کرتے تھے جوان کے لئے دینی طور پر مفید ہوتے تھے اور جس سے جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ لایعنی سوالات کرتے ہیں، کبھی عالم کو آزمانے کے لئے اور کبھی اپنا علم دکھلانے کے لئے۔ اللہ ہمیں نیک توفیق دے۔

۲۔ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کی اور ان کا شوق بڑھایا اور ان کے سوال کی تعریف کی۔حقیقت یہ ہے کہ ایسی چیز کا سوال جس سے آدمی جنت پا جائے اور جہنم سے بچ جائے بہت عظیم سوال ہے۔اسی سوال کا جواب دینے کے لئے تو سارے انبیاء آئے اور ساری کتابیں نازل کی گئیں۔

۳۔توفیق ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے ہدایت دے اس کے لئے ہدایت کی راہ آسان ہوجاتی ہے اور جسے محروم کردے اس کے لئے

دشوار گذار ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾ اللیل/۵-۱۰[جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کی تنگی اور مشکل کے سامان میسر کر دیں گے]۔

جو لوگ راہ ہدایت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اللہ تعالی سے اس پر ثبات قدمی کی دعا کرتے رہتے ہیں وہ اللہ کی ذات سے یہ یقین رکھیں کہ وہ ضرور باتوفیق ہوں گے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ عنکبوت/۶۹[جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے]۔

۴۔ جہنم سے بچانے والی اور جنت میں داخلہ دلانے والی سب سے پہلی چیز توحید ہے۔ اس سے توحید کی اہمیت وعظمت معلوم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے اندر سب سے پہلا حکم یہی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ البقرۃ/۲۱[اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے

پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمھارا بچاؤ ہے]۔

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالی کو اس کی ربوبیت والوہیت اور اسماء وصفات میں یکتا اور بے مثال مانا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اکیلا ہے اور تمام عبادات کا تنہا مستحق ہے اور اس کے جملہ اسماء وصفات اس کے لئے اس کے شایان شان ثابت ہیں اور اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔

کسی بھی عبادت کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک اخلاص اور دوسرے اتباع سنت۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْناً مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ النساء/١٢٥[باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی نیکوکار]۔ اللہ کے تابع ہونے کا مطلب اللہ کے لئے مخلص ہونا اور نیکوکار ہونے کا مطلب ہے متبع سنت ہونا۔

۵۔ شرک ایسا منحوس اور خطرناک عمل ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان کی مغفرت نہیں ہوسکتی۔ شرک اس روئے زمین پر کئے جانے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کرنے والے انسان پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر کردیا

جائے۔اس کی دو قسمیں ہیں ایک شرک اکبر جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور توبہ کے بغیر اس کی بخشش نہیں ہوتی۔ اور دوسری قسم شرک اصغر ہے جو شرک اکبر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے مثلا ریا ونمود، غیر اللہ کی قسم وغیرہ۔

شرک اکبر یہ ہے کہ وہ امور جن کا مستحق صرف اللہ ہے غیر اللہ کو دے دیئے جائیں یا کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے کی جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

[ا]۔دعا میں شرک: عبادت میں شرک کی تمام قسمیں اس میں داخل ہیں مثلاً غیر اللہ سے دعا کرنا، ان سے مدد مانگنا، ان سے فریاد کرنا، ان کی پناہ ڈھونڈنا، ان کے لئے قیام، رکوع اور سجدہ کرنا، ان کے لئے نذر ونیاز دینا یا جانور ذبح کرنا، کعبہ کے سوا کسی اور جگہ کا طواف اور حج کرنا وغیرہ۔ یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد، یا غوث مدد پکارنے والا شرک میں واقع ہو جاتا ہے۔

[۲]۔نیت وارادہ میں شرک: اور اس کی چار قسمیں ہیں:

(ا) جنت کی طلب اور جہنم سے نجات مقصد ہونے کے بجائے جان و مال اور اہل وعیال کی حفاظت اور دنیوی ترقی وغیرہ مقصود ہو۔

(۲) آخرت کے ثواب کے بجائے صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہو۔

(۳) نیک عمل کر کے صرف مال کمانا مقصود ہو مثلاً مال کمانے کے لئے حج

کرے یا جہاد کرے یا صلاۃ کی پابندی اس لئے کرے کیونکہ مسجد میں ملازم ہے وغیرہ۔

(۴)عمل تو خالص اللہ کے لئے کرے لیکن ساتھ ہی کوئی ایسا کفریہ عمل بھی کرتا ہو جس سے اسلام سے نکل جائے۔

[۳]۔ اطاعت میں شرک: اطاعت میں شرک یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی واضح ،صحیح اور صریح دلیل آجانے کے باوجود اپنے عالم، عبادت گذار، امام اور بڑے کی بات نہ چھوڑے اور قرآن وحدیث کو چھوڑ دے۔

[۴]۔ محبت میں شرک: غیر اللہ سے اللہ جیسی یا اللہ سے بڑھ کر محبت رکھنا شرک ہو جاتا ہے۔

٦۔ ارکان اسلام کی بڑی اہمیت ہے ، شریعت کے مطابق ان کی ادائیگی اور پابندی جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۷۔ خیر کے دروازے بہت سے ہیں۔ واجبات وفرائض کے علاوہ نوافل ومستحبات بہ کثرت ہیں۔

۸۔صوم ڈھال ہے جس کے ذریعہ مومن دنیا میں معصیت اور گناہ سے اور آخرت میں جہنم سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ ماہ رمضان کے فرض صوم کے علاوہ بعض دوسرے ایام میں صوم رکھنے کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جو حسب ذیل ہیں:

محرم کی دسویں تاریخ کا صوم، میدان عرفات میں موجود حاجیوں کے علاوہ کے لئے عرفہ (۹/ذوالحجہ) کا صوم، سوموار اور جمعرات کا صوم، ہر مہینہ میں تین دن کا صوم، ایک دن ناغہ کر کے صوم، شوال کے چھ دنوں کا صوم، ماہ محرم اور ماہ شعبان میں صوم۔

۹۔ صدقہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتا اور ان کا کفارہ بنتا ہے۔ نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ہر آدمی (بروز قیامت) اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (صحیح الترغیب)

۱۰۔ قیام اللیل خیر کا ایک عظیم دروازہ ہے۔ اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض کے بعد سب سے افضل صلاۃ رات کی صلاۃ ہے۔ (صحیح مسلم) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو صلاۃ پڑھو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بے شک رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جسے کوئی مسلمان شخص اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتے ہوئے پا جائے تو اللہ تعالی اس کا سوال ضرور عطا فرماتا ہے اور وہ گھڑی ہر رات میں

آتی ہے۔(مسلم)

۱۱۔ نبی ﷺ بھی قرآن پاک کو بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے رات کی صلاۃ کی اہمیت بتلاتے ہوئے آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ سجدہ ۱۶/[ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں]۔

۱۲۔ دین کا سرا اسلام ہے۔ اسلام سے مراد شہادتین ہے جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تفسیر موجود ہے۔ جو شخص اپنے ظاہر و باطن میں شہادتین کا اقرار نہ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اور شہادتین کے بعد سب سے اہم چیز صلاۃ ہے جسے حدیث میں اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے۔

۱۳۔ اللہ کے یہاں جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا عظیم مرتبہ ہے اسی لئے اسے کوہان کی بلندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جہاد کی فضیلت میں بے شمار آیات واحادیث ہیں۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی اور زبان سے بھی۔ جان سے جہاد یہ ہے کہ کفار سے لڑائی میں پوری محنت وسعی کی جائے، مال کا جہاد یہ ہے کہ مجاہدین کے لئے ہتھیار وغیرہ خریدنے اور دیگر اخراجات کے لئے مال خرچ کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ کفار و منافقین کو اللہ کی طرف بلایا جائے اور ان پر حجت قائم کر دی جائے۔

۱۴۔ زبان بڑی خطرناک چیز ہے، اسے قابو میں رکھنے سے ہی ہر قسم کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ق/۱۸[(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار رہے]۔ اور یہ حدیث گذر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

زبان ہی وہ چیز ہے جس سے خیر وشر کے بہت سے اعمال صادر ہوتے ہیں ۔ زبان ہی سے آدمی اللہ کا ذکر کرتا، اس کی تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر کہتا ہے، بھلائیوں کا حکم دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے، اللہ کے دین کی طرف بلاتا اور غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ دوسری طرف اسی زبان سے کفریہ کلمات بکتا، گالی گلوج کرتا، جھوٹ بولتا، جھوٹی تہمت لگاتا، جھوٹی گواہی دیتا، لوگوں کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرتا، زبان درازی کرتا اور حق کی راہ سے روکتا ہے، بے علمی کے ساتھ فتوے دیتا، باطل کا پرچار کرتا اور کفر وشرک اور بدعات کی دعوت دیتا ہے۔

زبان کا استعمال اگر خیر وبھلائی میں ہے تو انجام بخیر ہے اور اگر شر وبدی میں ہے تو انجام بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ خاموشی سلامتی اور عافیت اور ہلاکتوں سے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حدیث (۳۰)

عَـنْ أَبِـيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيْ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُـوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ **إِنَّ الـلّٰـهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُـدُوْداً فَلاَ تَـعْتَـدُوْهَـا وَحَرَّمَ أَشْيَآءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَآءَ رَحْمَةً لَّكُمْ وَغَيْرَ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا** (حديث حسن رواه الدار قطني وغيره)

ترجمہ:

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ حد بندیاں کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کا ارتکاب نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں بھول کر نہیں بلکہ تم پر رحم فرماتے ہوئے خاموشی برتی ہے ان کے بارے میں کرید نہ کرو۔ (حدیث حسن ہے۔ دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

ا۔ یہ حدیث دینی مسائل کی ایک عظیم بنیاد ہے۔اس میں احکام کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:[ا] فرائض [۲] محارم [۳] حدود [۴] مسکوت عنہ۔دین کا کوئی مسئلہ ان چاروں احکام سے خارج نہیں ہے۔

۲۔ فرائض کی پابندی نہایت اہم ہے۔ یاد رہے کہ فرائض کی دو قسمیں ہیں:

[ا] فرض کفایہ:۔وہ عمل شریعت میں جس کی انجام دہی مقصود ہے اس سے قطع نظر کہ اس کا فاعل کون ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چند لوگوں نے اسے انجام دے دیا تو یہ تمام سے ساقط ہوجائے گا اس کی مثال اذان واقامت اور صلاۃ جنازہ وغیرہ کی ہے۔

[۲] فرض عین:۔وہ عمل جس میں شریعت کا مقصود فعل وفاعل دونوں ہیں۔جس کا مطالبہ ہر ہر شخص سے ہے اور جو ہر شخص کو ادا کرنا ضروری ہے جیسے اسلام کے پانچوں ارکان۔

۳۔اللہ کے حدود سے تجاوز کرنا حرام ہے۔ حدود اللہ میں اوامر ونواہی دونوں داخل ہیں،اوامر واحکامات کے تجاوز سے روکا گیا ہے مثلا:

ارشاد باری ہے:﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَن يَّتَعَدَّ

حُدُوْدَاللّٰهِ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ﴾بقرة/٢٢٩[یہ اللہ کی حدود ہیں خبر دار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جولوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں]۔اسی لئے شریعت نے غلو اور تجاوز سے روکا ہے۔ نبی ﷺ نے منیٰ میں جمرات پر کنکری مارتے ہوئے چنے کے برابر کنکریاں ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا: اس طرح کی کنکریوں سے مارو اور غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں کو غلو نے تباہ کر دیا۔ (ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

نواہی اور ممنوعات کی حدوں کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلاَ تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾البقرة/١٨٧[یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالی اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں]۔ تمام گناہوں کے قریب جانے سے شریعت میں روکا گیا ہے۔ ارشاد مولیٰ ہے: ﴿ وَلاَ تَقْرَبُوْا الزِّنَىٰ ﴾اسراء/٣٢[زنا کے قریب مت جاؤ]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَلاَ تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلاَّ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ﴾أنعام/١٥٢[اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے]۔

گناہوں کے قریب جانے سے اس لئے روک دیا گیا کیونکہ ان میں پڑنے سے ایمان کم ہو جاتا اور اللہ تعالی سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ گنہگار یہ

نہ دیکھے کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ ذات کتنی بڑی اور کتنی عظمت والی ہے جس کی وہ نافرمانی کررہا ہے!۔ اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہوجانے کے بعد فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی طرف رجوع ہوجاتے ہیں۔

۴۔مسکوت عنہ وہ امور ہیں جن کے بارے میں شریعت میں خاموشی اختیار کی گئی ہے اور جن کا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا ہے۔ایسے امور کا حکم یہ ہے کہ وہ معاف ہیں اور ان کے بارے میں زیادہ بحث وکرید ممنوع ہے۔

حدیث (۳۱)

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَىٰ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلَىٰ عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ **اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّکَ النَّاسُ** (حديث حسن رواه ابن ماجة وغيره)

ترجمہ:

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جسے میں کرلوں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا: دنیا میں زہد (بے رغبتی) اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے بے رغبت رہو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

۱۔اس حدیث میں اللہ اوراس کے بندوں کی محبت حاصل کرنے کا گر سکھایا گیا ہے۔انسان کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے خالق اور تمام مخلوقات کے یہاں محبوب ہو جائے۔

۲۔ دنیا سے زہد و بے رغبتی ایک فضیلت والا عمل اور اللہ کی محبت کا باعث ہے۔زہد آخرت میں نفع نہ دینے والی تمام چیزوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے،اس کی بناپر انسان دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ اس کی حالت نبی ﷺ کے اس ارشاد کے مصداق ہوتی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی پردیسی یا راہگذار مسافر۔ (بخاری) زہد دنیا سے کنارہ کشی کا نام نہیں بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اور اس کی جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے دلچسپی،اس کی لالچ اوراس کی محبت دل سے نکال دینے کا نام ہے۔

دنیا کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ حدید/۲۰[اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں] نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ عنکبوت/٦٤[یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت

کا گھر وہی ہمیشہ کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے]

دنیا کی عیش وراحت کے لئے بعض لوگ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے جب کہ آخرت کی سزا کے مقابلہ میں دنیا کے عیش وراحت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بروز قیامت جہنمیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم کیا تو نے کبھی راحت دیکھی؟ کیا کبھی تجھ پر خوشحالی کا گذر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں، اللہ کی قسم، اے میرے رب۔ اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گذر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گذر نہیں ہوا، نہ کبھی میں نے سختی اور تکلیف دیکھی۔ (صحیح مسلم)

۳۔لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں میں پائی جانے والی چیزوں کی لالچ نہ کی جائے بلکہ ان کے مال ودولت سے زہد وبے رغبتی اختیار کی جائے کیونکہ انسان اپنے سامنے ہاتھ پھیلانے والے کو اپنے سے کمتر وحقیر اور ایک بوجھ سمجھتا ہے، مال خرچ کرنے میں گرانی محسوس کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سائل سے بغض ونفرت اور

کراہت پیدا ہوتی ہے۔

مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے فکر وغم اور بے چینی پیدا ہوتی ہے اس کے برخلاف اگر بندہ بندوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ساری امیدیں اللہ سے وابستہ کردے، اسی پر اعتماد وتوکل کرے اور اسی سے اپنی مرادیں مانگے کیونکہ اس کے فضل وکرم کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے تو اس سے جہاں اس کے قلب وروح کو اطمینان وسکون نصیب ہوگا وہیں اللہ تبارک وتعالی اس کے لئے ہر مشکل کو آسان کردے گا، ہر دشواری کو سہولت میں بدل دے گا اور اس کو ایسی جگہوں سے رزق عطا فرمائے گا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا، اس کے سارے غم دور کردے گا اور اسے ایسی قابل رشک آزادی عطا فرمائے گا جس سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز نہیں۔

۴۔ دنیا سے زہد و بے رغبتی جب تک شرعی حدود میں ہو قابل مدح ہے لیکن اگر ان حدود کو تجاوز کر جائے تو وہ قابل مذمت ہو جاتا ہے۔ گمراہ صوفیوں نے زہد کے نام پر خلوت گزینی اور خانقاہ نشینی ایجاد کی پھر جہالت میں غوطہ زن کر کے ہر ضلالت کو فروغ دیا لہذا افراط وتفریط سے خبردار رہنا نہایت اہم ہے۔ کچھ لوگوں نے حلال کمانے، شادی بیاہ کرنے، اولاد کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہونے اور علم حاصل کرنے کو دنیا داری سمجھ لیا ہے حالانکہ ان امور کا اسلامی شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور انھیں امور پر اسلامی تمدن قائم ہے۔

حدیث (۳۲)

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ**

(حديث حسن رواه ابن ماجة والدارقطني وغيرهما مسندا ورواه مالك في الموطأ عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن النبي ﷺ مرسلا فأسقط أبا سعيد وله طرق يقوى بعضها ببعض)

ترجمہ:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ (بلا وجہ) ضرر پہنچانا ہے اور نہ بدلے میں ضرر پہنچانا ہے۔

(حدیث حسن ہے۔ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے مسنداً روایت کیا ہے اور موطا میں امام مالک نے عمرو بن یحیی سے مرسلا روایت کیا ہے۔مگر اس حدیث کی کئی سندیں ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں)

فوائد واحکام:

۱۔ یہ حدیث دین کا ایک اہم اصول بیان کرتی ہے وہ یہ کہ شرعی طور پر ضرر کو ختم کر دیا گیا ہے لہذا کسی مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا جائز نہیں خواہ قول وفعل سے ہو یا ناحق اشارے سے اور خواہ ضرر

پہنچانے والے کواس سے کوئی فائدہ ہورہا ہو یا نہ ہورہا ہو۔ اگر کسی نے کسی کو کوئی ضرر پہنچایا تو بھی بدلہ میں از خود ضرر پہنچانا جائز نہیں بلکہ حاکم اور قاضی کے پاس معاملہ لے جانا چاہیئے۔

اس حدیث کے تحت بہت سے فقہی مسائل آتے ہیں جن میں سے چند کا ہم یہاں بطور مثال ذکر کرتے ہیں۔

۱) ایک پڑوسی کے لئے اپنی ملکیت میں کوئی ایسا عمل کرنا حرام ہے جس سے اس کے پڑوسی کو ضرر ہو مثلاً اپنی زمین میں گڑھا کھودنے یا حمام بنانے یا چکی لگانے یا تنور جلانے سے اگر پڑوسی کو ضرر پہنچ رہا ہے تو یہ اعمال حرام ہوں گے۔

۲) پڑوسی کی دیوار میں اس کی اجازت کے بغیر میخ گاڑنا یا طاق کھولنا حرام ہے۔

۳) اگر پڑوسی کے ساتھ کی مشترک دیوار گر جائے یا چھت گر جائے یا گرنے سے نقصان کا خطرہ ہو تو دونوں کو مل کر اسے درست کرنا ہوگا اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اسے ایسا کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا۔

۴) بیوی کو تنگ کرنا اور اسے تکلیف پہنچانا تاکہ وہ خود خلع لے لے حرام ہے۔

۵) بچہ کی وجہ سے بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو تکلیف پہنچائے یا نقصان میں مبتلا کرے تو یہ عمل حرام ہے۔

۶) کسی وارث کی وجہ سے مورث کو نقصان پہنچانا یا وصیت کرنے والے کا اپنی وصیت میں ضرر پہنچانا حرام ہے۔

۲۔ اسلام میں ضرر پہنچانا ممنوع اور اس کے مقابلے میں اچھے برتاؤ کا حکم آیا ہے۔

حدیث (۳۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **لَوْ يُعْطَىٰ النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لاَدَّعَىٰ رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَآءَ هُمْ لٰكِنَّ الْبَيِّنَةُ عَلَىٰ الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَىٰ مَنْ أَنْكَرَ**

(حديث حسن رواه البيهقي وغيره هكذا وبعضه في الصحيحين)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو صرف ان کے دعووں کی بنیاد پر دے دیا جائے تو کچھ لوگ دوسروں کے جان و مال کا دعوی کر بیٹھیں گے۔ دعوے دار کو دلیل دینا ہوگا اور انکار کرنے والے کو قسم کھانی ہوگی۔

(حدیث حسن ہے۔ بیہقی وغیرہ نے اسی طرح روایت کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ صحیحین میں مروی ہے)۔

فوائد واحکام:

ا۔ یہ بڑی عظیم حدیث ہے۔ اختلافات وتنازعات کے وقت فیصلہ کی بنیاد ہے۔ ایک آدمی دوسرے شخص پر کسی حق کا دعوی کرتا ہے اور دوسرا اس کا انکار کرتا ہے یا ایک شخص اپنے اوپر کسی ثابت حق کی ادائیگی کا دعوی کرتا ہے اور دوسرا انکار کرتا ہے تو آخر اس نزاع کا حل کیا ہوگا اور حق وناحق کیسے معلوم

ہوگا؟ نبی ﷺ نے یہ اصول بتا کر کہ مدعی کو دلیل پیش کرنی ہوگی اور دلیل نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھائے گا حل اختلاف کا ذریعہ بتادیا۔

۲۔ یہ حدیث ہر قسم کے دعاوی میں عام ہے۔ جو شخص کسی پر کسی حق یا قرض یا سامان کا دعوی کرے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، صحیح دلیل پیش کردینے کی صورت میں اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا اور اگر صحیح دلیل پیش نہ کرسکا تو مدعا علیہ حلف اٹھا کر اس تہمت سے بری ہوجائے گا۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے اوپر ثابت حق سے براءت کا دعوی کرے اور صاحب حق انکار کرے تو جب تک وہ اپنی براءت اور حق کی ادائیگی کی دلیل پیش نہ کرے اس کے ذمہ حق کو ثابت مانا جائے گا کیونکہ یہی اصل ہے البتہ صاحب حق کو حلف اٹھانا ہوگا کہ اس کا حق فلاں کے ذمہ باقی ہے۔

۳۔ کسی مدعی کو صرف اس کے دعوی کی بنیاد پر کوئی چیز نہ دی جائے گی کیونکہ اگر ایسا ہوجائے تو کچھ لوگ دوسروں کے جان ومال کا دعوی کردیں گے اور شر وفساد اس قدر بڑھ جائے گا کہ اس کا روکنا ممکن نہ ہوگا اور لوگوں کی جان ومال غیر محفوظ ہوجائے گی۔ اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کس قدر کامل اور حقوق انسانی کی محافظ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ اس رب کریم کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو علم وحکمت والا اور اپنے بندوں پر بڑا رحیم وکریم ہے۔ اسلامی شریعت کے تمام احکام عدل وانصاف، رحم وکرم اور مظلوم کی حمایت پر مبنی ہیں۔

حدیث (۳۴)

عَـنْ أَبِـيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: **مَـنْ رَأَىٰ مِـنْـكُمْ مُّنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِـلِسَـانِهِ فَإِن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِکَ أَضْعَفُ الْأَيْمَانِ** (رواہ مسلم)

ترجمہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: تم میں سے جوشخص کوئی منکر (برائی) دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی طاقت نہ ہوتو اپنی زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ ہوتو اپنے دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائدواحکام:

ا۔ یہ حدیث انکارمنکر کے وجوب کی دلیل ہے۔منکر (برائی) کا

انکار ایک فریضہ اور ایمانی وصف ہے جس کی ادائیگی ہاتھ یا زبان یا دل سے حسب استطاعت ضروری ہے۔

۲۔ حدیث کے الفاظ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص منکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اسی پر انکار لازم ہے مگر چونکہ رؤیت علم کے معنی میں بھی آتا ہے اس لئے زیادہ راجح یہی ہے کہ یہ حدیث دیکھنے اور جاننے دونوں کو شامل ہے اور ہر اس شخص پر انکار منکر ضروری ہے جسے منکر کا علم ہو یا جس نے منکر کو دیکھا ہو۔

۳۔ انکار منکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے مثلا حاکم اپنے محکوموں کو، آدمی اپنے گھر والوں کو، استاد اپنے طلبہ کو۔ انکار کے مفہوم میں اس منکر کو ختم کرنا، اس کے مرتکب کو تنبیہ، سزا کی دھمکی اور سزا دہی وغیرہ سب داخل ہے۔

۴۔ انکار منکر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جسے ہاتھ سے انکار کی طاقت نہ ہو وہ اپنی زبان استعمال کرے، پند و نصیحت کرے اور دنیاوی واخروی سزاؤں کا خوف دلائے۔ چونکہ قلم بھی ایک زبان ہے اس لئے کسی برائی کے خلاف کتاب تصنیف کرنا، لٹریچر تحریر کرنا، اخبارت و مجلّات میں مضامین لکھنا، اس منکر کے خطرات و نقصانات سے لوگوں کو خبردار کرنا اور اس سے بچنے کے طریقے بتانا بھی زبان سے روکنے میں داخل ہے۔

۵۔انکار منکر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے انکار کرے۔ دل سے انکار ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ یہ آخری درجہ ہے جس کے بعد کوئی درجہ نہیں۔بعض احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ لفظ آیا ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

دل کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اس منکر کو ناپسند کرے، اس کے وجود سے اس کو دلی تکلیف ہو اور اس کی یہ نیت ہو کہ جب بھی زبان یا ہاتھ سے اس برائی کے ختم کرنے کا موقع ملے گا فوراً اپنی طاقت کے مطابق اسے ختم کرے گا۔

۶۔ایمانی خصلتوں میں فرق مراتب ہے۔ ہاتھ سے انکار کرنے والا صرف دل سے انکار کرنے والے سے افضل واعلی ہے۔ایک شخص اگر کوئی ایمانی کام اپنی عاجزی اور ناتوانی کی بنا پر انجام نہیں دے پاتا تو وہ اگر چہ گنہگار نہیں لیکن اس کی بہ نسبت وہ شخص افضل ہے جو وہ ایمانی کام انجام دے رہا ہے۔اس اصول کی شریعت میں کئی مثالیں ہیں۔ایک مثال عورتوں سے متعلق وارد وہ حدیث ہے جس میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: عورتوں کے دین کی کمی یہ ہے کہ وہ (ہر مہینے) کئی دن اور کئی راتیں صلاۃ نہیں پڑھتیں ۔مراد حیض (ماہواری) کے ایام ہیں۔ جبکہ ان دنوں میں خود شریعت نے انھیں صلاۃ سے روک دیا ہے اس کے باوجود اسے دین کی کمی بتایا گیا۔دوسری

مثال یہ ہے کہ ایک امیر اپنے صدقہ وخیرات کی بنا پر اس فقیر سے افضل ہے جو صدقہ وخیرات نہیں کرسکتا گرچہ وہ صدقہ وخیرات نہ کرنے کی بنا پر گنہگار نہیں ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

۷۔ انکار منکر کے چار حالات ہیں، پہلی حالت یہ ہے کہ منکر ختم ہوجائے اور اس کی جگہ پر معروف آجائے، دوسری حالت یہ ہے کہ منکر کم ہوجائے اگر چہ پوری طرح ختم نہ ہو تیسری حالت یہ ہے کہ منکر تو ختم ہوجائے لیکن اسی جیسا دوسرا منکر اس کی جگہ لے لے اور چوتھی حالت یہ ہے کہ منکر تو ختم ہوجائے لیکن اس کی جگہ پر اس سے بڑا منکر آجائے۔ پہلی دو حالتوں میں انکار مشروع ہے تیسری حالت میں اجتہاد کی ضرورت ہے اور چوتھی حالت میں انکار حرام ہے۔

۸۔ برائیوں کے انکار میں اگر مسلمان کوتاہی برتنے لگیں گے تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔ اللہ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری کے مستحق ہوجائیں گے۔ دنیا میں ہلاکت وبربادی ان کا مقدر ہوجائے گی اور ایسی سزا سے دوچار ہوجائیں گے کہ دعائیں کرتے رہیں گے اور قبول نہیں ہوں گی۔

حدیث (۳۵)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **لاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَنَاجَشُوْا وَلاَ تَبَاغَضُوْا وَلاَ تَدَابَرُوْا وَلاَ يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَيْعِ بَعْضٍ وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَاناً اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ وَلاَ يَكْذِبُهُ وَلاَ يَحْقِرُهُ اَلتَّقْوَىٰ هٰهُنَا** وَيُشِيْرُ إِلَىٰ صَدْرِهِ ثَلاَثَ مِرَارٍ **بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَن يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَىٰ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ نہ بڑھاؤ، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، کوئی اپنے بھائی کے بیع پر بیع نہ کرے، آپس میں اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کو بے سہارا نہیں

چھوڑتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔تقوی یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ تین بار۔آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ایک مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی اور اس کی دولت اور عزت بھی۔(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد واحکام:

ا۔اس حدیث میں ایک پرامن اور مستحکم معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کی بنیادی اینٹوں کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان بداخلاقیوں سے منع کیا گیا ہے جو سماج کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۔حسد ایک بدترین اخلاقی مرض ہے، اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔حسد یہ ہے کہ انسان دوسرے پر اللہ کی نعمت کو ناپسند کرے یا دوسرے سے اللہ کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرے۔

حسد کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

ا) اللہ کے فیصلہ سے ناراضگی۔کیونکہ محسود کو ملی ہوئی نعمت اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اگر کوئی اپنے بھائی سے حسد کرتا ہے تو گویا اللہ کی تقدیر اور تقسیم پر

راضی نہیں۔لہذا اس کے ایمان وتقوی میں خلل اور نقص ہے۔

۲) حاسد اور محسود میں عداوت ۔کیونکہ عداوت و دشمنی حسد کا لازمی نتیجہ ہے، بسا اوقات اس پر زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔

۳) تنگدلی اور فکر وغم ۔کیونکہ محسود کو ملنے والی ہر نئی نعمت حاسد کی حسد کی آگ کے لئے نیا ایندھن ثابت ہوتی ہے اور حاسد کے فکر وغم اور جلن میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴) یہود ونصاریٰ کی مشابہت ۔حسد اللہ کی مخلوق میں سب سے خبیث اور خسیس قوم یہودیوں اور نصرانیوں کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْيَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ البقرة/۱۰۹[ان اہل کتاب (یہود ونصاری) کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد وبغض کی بنا پر تمھیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں]

حسد کرنے سے ان کی مشابہت ہوتی ہے جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (احمد وابوداود) جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے اس کا تعلق انھیں کے ساتھ ہے۔

۵) اللہ کے ساتھ بے ادبی ۔کیونکہ حاسد گویا اللہ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہے۔

حسد نے ہی ابلیس کو آدم کا سجدہ کرنے سے روکا، حسد نے ہی قابیل کو ہابیل کے قتل پر ابھارا، حسد نے ہی برادران یوسف کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ یوسف علیہ السلام جیسے عزیز اور معصوم بھائی کو اندھے کنویں میں پھینک دیں اور اپنی دانست کے مطابق ان کی زندگی کا خاتمہ کردیں۔

البتہ یاد رہے کہ حسد بعض حالات میں قابل تعریف بھی ہے جسے رشک کہتے ہیں یعنی انسان دوسرے کی نعمت کی طرح خود پانے کی تمنا تو کرے مگر دوسرے پر اللہ کی نعمت کو ناپسند نہ کرے اور نہ ہی اس سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: حسد صرف دو چیزوں میں درست ہے: ایک اس شخص سے جس کو اللہ نے مال سے نوازا ہو اور پھر حق کی راہ میں خرچ کرنے پر لگادیا ہو اور دوسرے اس شخص سے جس کو اللہ نے علم وحکمت عطا کی ہو وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (متفق علیہ)

۳۔ نجش حرام ہے۔ نجش یہ ہے کہ جو شخص کوئی سامان خریدنا نہیں چاہتا وہ خریدار یا بائع میں سے کسی ایک کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے اس سامان کا بھاؤ بڑھادے۔ اس کے حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ یہ سراسر فریب اور دھوکا ہے نیز اس ہمدردی وخیرخواہی کے بھی خلاف ہے جسے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

۴۔آپس میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بغض رکھنا حرام ہے کیونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائی چارگی کا تقاضا آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہے نہ کہ بغض ونفرت اورعداوت۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں میں بغض وعداوت پیدا کرنے والی چیزوں کو حرام کردیا اوران کے درمیان الفت ومحبت پیدا کرنے والی چیزوں کا حکم دیا ہے۔غیبت وچغلی اور لگائی بجھائی کوحرام کیا کیونکہ اس سے باہمی رنجش پیدا ہوتی ہے۔ نبیﷺ کا ارشاد ہے: جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا۔(متفق علیہ) نیز آپﷺ نے ارشادفرمایا: جب تین لوگ ہوں تو تیسرے کوچھوڑکر دوآدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے تیسرے کوغم ہوگا۔(متفق علیہ)

نبیﷺ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک مومن نہ ہوجاؤ اور مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جب تم اسے کروتو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگوگے۔آپس میں سلام کو عام کرو۔(مسلم)

۵۔اپنے کسی مسلمان بھائی سے پیٹھ پھیرنا اور تعلقات توڑنا حرام ہے۔ نبیﷺ کا ارشاد ہے: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت بندرکھے، دونوں ملاقات

کریں تو ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں، ان دونوں میں زیادہ بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔(متفق علیہ)

البتہ کسی فاسق اور گنہگار سے اس کی اصلاح کی خاطر تین دن سے زیادہ بات چیت بند کرنا جائز ہے بشرطیکہ بات بند کرنے میں مصلحت ہو۔ واللہ أعلم۔

٦۔ ایک مسلمان کی بیع پر دوسرے مسلمان کا بیع کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں بغض وعناد اور نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص پچاس روپئے میں کوئی سامان خرید رہا ہے ایک دوسرا آدمی اس خریدار سے جا کر کہے کہ میں چالیس روپئے میں تمھیں یہ سامان دے دوں گا یا پچاس ہی روپئے میں اس سے بہتر دے دوں گا۔اس بنا پر خریدار پہلے کے ساتھ اپنا معاملہ ختم کر کے دوسرے کے ساتھ معاملہ کر لے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے پاس جائے جس نے پچاس روپئے میں کوئی سامان بیچا ہو اس سے جا کر کہے کہ میں تم سے یہ سامان ساٹھ روپئے میں خرید لوں گا اس بنا پر بیچنے والا پہلے کے ساتھ معاملہ توڑ کر اس سے معاملہ کر لے۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں اور ان کی بکثرت نہی وارد ہوئی ہے۔

۷۔حدیث میں ان امور کو اپنانے کی ترغیب ہے جس سے مسلمانوں میں الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے اور ان کے دل یکجا ہوتے ہیں۔زیارت،صلہ رحمی،صدقہ اور ہدیہ وغیرہ الفت ومحبت پیدا کرنے کے چند اہم وسائل ہیں۔

۸۔اسلامی اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر کسی طرح کا ظلم نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کرے،اس کو بے سہارا نہ چھوڑے بلکہ اس کے کام آئے، اسے حقیر نہ جانے بلکہ اس کی عزت وتکریم کرے۔

۹۔تقوی دل میں ہوتا ہے اور اعضاء وجوارح سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔اگر کوئی بندہ متقی ہوگا تو وہ اللہ کے احکامات کا پابند اور اس کی ممنوعات سے پرہیزگار ہوگا۔کسی ظاہری گناہ پر ٹوکنے سے بعض لوگوں کا یہ جواب دینا کہ تقوی تو دل میں ہوتا ہے اور جب دل صاف ہو تو گناہ کا کوئی نقصان نہیں۔یہ جواب کسی طرح درست نہیں کیونکہ اگر دل صاف ہوگا تو اس کے اثرات اعضاء پر ضرور ظاہر ہوں گے۔

۱۰۔تقوی دل میں ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں رتبے تقوی سے متعین ہوتے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ جسے لوگ کمزور یا غریب دیکھ کر حقیر جانتے ہیں اللہ کے یہاں عظیم رتبہ کا مالک ہو۔ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ الحجرات/۱۳[اللہ کے نزدیک تم سب میں

سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے]۔

۱۱۔ مسلمان کا جان و مال اور اس کی عزت وآبرو محترم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک تمھارے خون، تمھارے مال، اور تمھاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے اس شہر(مکہ) میں ، اس مہینہ (ذوالحجہ) میں آج کے دن (یوم النحر) کی حرمت ہے۔(متفق علیہ)

جان میں خلاف احترام یہ ہے کہ قتل یا زخمی وغیرہ کر کے تجاوز کیا جائے۔ آبرو میں خلاف احترام یہ ہے کہ غیبت وچغلی، گالی گلوج، عیب جوئی تہمت تراشی یا آبروریزی وغیرہ کے ذریعہ تجاوز کیا جائے اور مال میں خلاف احترام یہ ہے کہ چوری ڈکیتی، قرض لے کر انکار اور ناحق جھوٹا دعوی یا غصب یا رشوت وغیرہ لے کر تجاوز کیا جائے۔

۱۲۔ اسلام عقائد وعبادات اور اخلاق ومعاملات کا مجموعہ ہے۔ وہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل وتعمیر کی خاطر ہر اچھے اخلاق کو پروان چڑھاتا اور ہر بداخلاقی سے جنگ کرتا ہے۔

حدیث (۳۶)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: **مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَىٰ مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقاً إِلَىٰ الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ**

(رواه مسلم بهذا اللفظ)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کردی اللہ تعالی

بروز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کردے گا۔اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالی دنیا وآخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔اللہ تعالی بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اور جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلا اللہ تعالی اس کے لئے جنت کی راہ آسان کردیتا ہے اور جب کوئی قوم اللہ کے کسی ایک گھر میں اکٹھا ہوتی ہے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتی ہے اور اسے آپس میں پڑھتی پڑھاتی ہے تو ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ اپنے پاس موجود فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جاسکتا۔(اسے ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

فوائد واحکام:

ا۔ یہ حدیث بہت سارے علوم وقواعد اوراصول وآداب پر مشتمل ہے۔اس میں اسلامی اخوت کے تقاضوں کی ادائیگی،علم حاصل کرنے اور قرآن مجید کے فہم وتلاوت،اس پر عمل اوراس کی نشر واشاعت پر ابھارا گیا ہے۔

۲۔مشکلات میں اپنے کسی مومن بھائی کے کام آنے کی بڑی فضیلت ہے خواہ وہ مالی اور معاشی مشکلات ہوں یا ذہنی اور نفسیاتی الجھنیں، سماجی پریشانیاں ہوں یا کچھ اور، جو ان سختیوں کو ختم کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن کی سختیوں سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

۳۔حدیث میں تنگدست پر آسانی کرنے کی ترغیب ہے۔اس کی کئی شکلیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ قرضدار کو فراخی آنے تک مہلت دے، دوسری صورت یہ ہے کہ قرض معاف کردے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مزید مالی تعاون کرے نیز صبر وشکر کے اجر وثواب کی خوشخبری سنا کر اسے تسلی دے۔

۴۔حدیث سے مسلمانوں کی عیب پوشی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ وہ عیوب خواہ شکل وصورت اور جسمانی ساخت سے متعلق ہوں یا اقوال وافعال اور اخلاق وکردار سے متعلق ہوں۔ابوداود کی ایک حدیث میں ہے: اے لوگو! جو زبانی طور پر ایمان لائے ہو اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کی تلاش میں نہ رہو کیونکہ جو ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ اس کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اور اللہ جس کے عیوب تلاش کرے گا اس کی فضیحت اس کے گھر میں ہوجائے گی۔

واضح رہے کہ جو شخص علانیہ طور پر فسق وفجور کا مرتکب ہو اس کی غیبت

حرام نہیں بلکہ لوگوں سے اس کی حالت بیان کردینا ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

۵۔ بدلہ عمل کے جنس سے ملتا ہے یعنی جس انداز کا عمل ہوگا اس کی جزا بھی آخرت میں اسی طرح کی ملے گی جیسے آسانی کرنے پر آسانی اور عیب پوشی پر عیب پوشی وغیرہ۔ اس ضمن میں دیگر نصوص بھی ملتے ہیں جیسے: اللہ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

۶۔ حدیث میں ایک مسلمان کا تعاون کرنے، اس کی ضرورت پوری کرنے اور اس کی حاجت کی تکمیل کے لئے سعی وکوشش کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسی ایسے شخص کے پاس سفارش کردینا بھی تعاون کی ایک صورت ہے جہاں سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

۷۔ علم طلب کرنے والے کے لئے جنت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔ یہ علم طلب کرنے کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے نیز اس کے سوا اور بھی طلب علم کے بہت سے فضائل کتاب وسنت میں مذکور ہیں۔

۸۔ مسجد میں اکٹھا ہوکر قرآن مجید کی تلاوت اور تعلیم نیز درس وتدریس ایک فضیلت والا عمل ہے۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد کے ساتھ خاص ہے لیکن صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں مسجد کا ذکر نہیں ہے لہذا وہ اپنے عموم کی بنا پر تمام مقامات کو شامل ہے۔

۹۔اللہ کے نزدیک بندوں کا مقام ان کے عمل وکردار اور تقوی کے ذریعہ متعین ہوتا ہے، ان کے حسب ونسب سے نہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوْا ﴾أحقاف/۱۹[اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے]۔

نوح علیہ السلام کے نافرمان بیٹے کو نبی کی رشتہ داری کام نہ آسکی اور طوفان میں غرقاب ہوگیا۔ابراہیم علیہ السلام کے والد ایمان نہ لانے کی بنا پر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔محمد ﷺ کے چچا ابوطالب شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے داخل جہنم گے۔

۱۰۔اپنے حسب ونسب اور رنگ ونسل پر غرور ایک فریب ہے جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں۔دل کی صفائی اور عمل کی اصلاح ہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ﴾الحجرات/۱۳[اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے]۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالی تمھارے جسموں اور تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔(مسلم)

حدیث (۳۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ قَالَ **إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَالِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَىٰ سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَىٰ أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً**

(رواه البخاري ومسلم في صحيحيهما بهذه الحروف)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تبارک وتعالی سے روایت فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے نیکیوں اور برائیوں کولکھ دیا پھراس کی وضاحت فرمادی۔ اگر ایک شخص نے کسی نیکی کا اردہ کیا اور اسے نہ کرسکا تو اللہ تعالی اپنے پاس اسے ایک مکمل نیکی لکھتا ہے

اوراگراس کا ارادہ کیا اور پھراس پرعمل کیا تو اللہ تعالی اپنے پاس دس نیکیوں سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ کئی گنا تک لکھتا ہے اوراگرکسی برائی کا اردہ کیا اور پھراسے نہیں کیا تو اسے اللہ تعالی اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھتا ہے اوراگراس کا ارادہ کیا اور پھراس پرعمل کیا تو اسے اللہ تعالی ایک برائی لکھتا ہے۔ (اسے بخاری ومسلم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

فوائدواحکام:

۱۔ یہ عظیم حدیث اللہ تعالی کے وسیع لطف وکرم اورفضل واحسان پر دلالت کرتی ہے۔

۲۔ جوشخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اوراسے نہ کرسکےتو اللہ تعالی ایک مکمل نیکی لکھتا ہے۔ یہاں ارادہ سے مرادعزم اور پختہ ارادہ ہے۔نیکی کے ارادہ پرہی اجرمل جانے کے دلائل کتاب وسنت میں بہت ہیں۔اللہ تعالی کا ارشادہے:﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَىٰ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَىٰ اللّٰهِ ﴾النساء/۱۰۰[اورجوکوئی اپنے گھرسے اللہ تعالی اوراس کے رسولﷺ کی طرف نکل کھڑاہوپھراسے موت

نے آ پکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ ثابت ہو گیا]۔

صحیح بخاری میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے لئے وہی اجر وثواب لکھا جاتا ہے جو وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

مومن بندوں پر یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے ان کے یومیہ عبادات و اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو بھی اللہ تعالی ان کا پورا ثواب لکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر رکاوٹ نہ ہوتی تو بندہ ضرور اپنا عمل جاری رکھتا۔اسی لئے اللہ تعالی انھیں ان کی نیت کے مطابق اعمال کا بھی اجر دیتا ہے اور بیماری کا الگ سے مخصوص ثواب بھی دیتا ہے۔

سنن ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا چار قسم کے لوگوں کے لئے ہے۔ان میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ نے علم سے نوازا ہے مگر مال سے محروم رکھا ہے، اس کی سچی نیت یہ ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں (دولت مند) شخص کی طرح عمل کرتا چنانچہ وہ اپنی نیت کے مطابق ثواب پائے گا اور دونوں کا ثواب برابر ہو گا۔

۳۔جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالی اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب لکھتا ہے۔
اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ

أَمْثَالِهَا ﴾أنعام/١٦٠[جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے]۔دس گنا پر ثواب کی زیادتی حسن عمل، اخلاص نیت، اتباع سنت اور نیکی کے محل کی موزونیت کے اعتبار سے ہوگی۔

۴۔جو شخص برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اسے نہ کرے تو اللہ تعالی اس کے لئے ایک کامل نیکی لکھتا ہے بشرطیکہ اس نے وہ گناہ اللہ کے خوف سے چھوڑا ہو اگر مخلوق کے ڈر سے یا اسباب و وسائل کے مہیا نہ ہونے کی بنا پر مجبوراً چھوڑا ہے تو اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

۵۔جس شخص نے کسی برائی کا اردہ کیا اور اسے کرڈالا تو اس پر ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اور کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلاَيُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لاَيُظْلَمُوْنَ﴾ أنعام/١٦٠[اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا]۔

لیکن بسا اوقات وقت یا مقام کے شرف وعظمت کی بنا پر برائیوں کا گناہ بڑھ جاتا ہے جیسے کوئی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے حدود حرم میں شر وفساد کا ارادہ کرے تو ارادہ ہی پر گنہگار اور مستحق سزا ہو جائے گا۔

حدیث (۳۸)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ قَالَ: **مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِياًّ فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ وَ لاَ يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ** (رواه البخاري)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کا فرمان ہے: جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ جن چیزوں سے مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہیں۔ پھر نوافل کے ذریعے میرا بندہ مجھ سے برابر قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ

میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو ضرور اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

فوائد واحکام:

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بندے اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ یونس۶۲/۶۳-[یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں]۔ معلوم ہوا کہ ہر مومن و متقی بندہ اللہ کا ولی ہے لیکن چونکہ لوگ ایمان وتقوی میں متفاوت ہوتے ہیں لہٰذا درجات ولایت میں بھی تفاوت ہوگا۔

۲۔ اللہ کے نزدیک اولیاء کی بڑی عزت ہے اسی لئے ان سے دشمنی رکھنے والوں سے اللہ نے جنگ کا اعلان کیا ہے۔

۳۔ حدیث میں ولایت حاصل کرنے کے اسباب بتائے گئے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی ان میں سب سے اہم سبب ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں صوم وصلاۃ اور حج وزکاۃ کی پابندی نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ اور اس کے بندوں کے تمام واجبی حقوق داخل ہیں۔ ان تمام فرائض کی ادائیگی بلا کسی کمی کے اللہ کے اولیاء کی ایک صفت ہے۔ عوام اپنی جہالت کی بنا پر بہت سے ایسے لوگوں کو ولی سمجھ لیتے ہیں جو شریعت سے بے پروا اور صوم وصلاۃ سے لاتعلق ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا ولی ہونا تو کجا ایک عاقل مسلمان ہونا بھی بعید ہے۔ شریعت کی پابندی اللہ کے ولی کی سب سے اہم نشانی ہے۔

۴۔ فرائض کی ادائیگی کے بعد ولایت کا ایک سبب نوافل کے ذریعہ اللہ کی قربت بھی ہے۔ جس قسم کی عبادت فرض ہے اسی جنس کے نوافل بھی شریعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ نوافل فرائض کی تکمیل کا باعث اور اللہ کی محبت وقربت کا ذریعہ ہیں۔

۵۔ نوافل کی بہ نسبت فرائض اللہ کو زیادہ محبوب اور زیادہ اجر وثواب کا باعث ہیں نیز وہ نوافل سے مقدم ہیں۔ فرض صلاۃ نفلی صلاۃ سے اور فرض صوم نفلی صوم سے زیادہ اہم اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

۶۔ اللہ بھی محبت کرتا ہے اور اس سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ﴾ المائدہ/۵۴[اللہ تعالی بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور

وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی]۔ کچھ بدعتی فرقے محبت الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت اور سلف کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے لئے اللہ کے شایان شان محبت ثابت ہے جو مخلوق کی محبت کی طرح نہیں بلکہ جس طرح اللہ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کی محبت نیز دیگر تمام صفات بھی بے مثل ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ شوریٰ/۱۱ [اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے]۔

۷۔ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اور جو اس کا ولی ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے کان وآنکھ اور ہاتھ وپیر کو اپنی مرضی کے مطابق ٹھیک راستے پر چلاتا ہے۔ وہ وہی سنتے ہیں جس میں اللہ کی رضا ہو اور وہی دیکھتے ہیں جس میں اللہ کی رضا ہو اور ہاتھ وپیر سے بھی وہی کام انجام دیتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے مطابق ہو۔ وہ پابند شریعت ہوتے ہیں کیونکہ شریعت کی پابندی ہی سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالی بندے کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے بلکہ اللہ تعالی تو اپنی مخلوق سے الگ تھلگ اور جدا ہے۔ وہ سب سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

۸۔ اللہ تعالی اپنے اولیاء کی حرکات وسکنات کی حفاظت کرتا ہے اور انھیں راہ راست پہ رکھتا ہے نیز ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ وہ مانگتے ہیں تو انھیں دیتا ہے اور وہ اس کی پناہ چاہتے ہیں تو انھیں اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

حدیث (۳۹)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَ النِّسْيَانَ وَ مَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ**

(حديث حسن رواه ابن ماجة والبيهقي وغيرهما)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے میرے لئے میری امت سے غلطی، بھول چوک اور جس پر انھیں مجبور کردیا جائے معاف کردیا ہے۔(حدیث حسن ہے، ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے)۔

فوائدواحکام:

ا۔ یہ حدیث بڑی نفع بخش اور اہم ہے بلکہ اسے نصف شریعت کہا گیا ہے کیونکہ انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل یا تو اس کے قصد وارادہ اور اختیار سے صادر ہوگا یا قصد واختیار کے بغیر یعنی غلطی، بھول چوک اور زور زبردستی سے ہوگا اور یہ دوسری قسم معاف ہے جبکہ پہلی قسم قابل مواخذہ ہے۔اس اعتبار

سے یہ حدیث نصف شریعت ہے۔

۲۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ اس نے بندوں سے سرزد ہونے والی خطاؤں، بھول چوک اور بوجہ مجبوری کی جانے والی چیزوں کو معاف کردیاہے۔قرآن پاک میں ہے: ﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ بقرہ/۲۸۶[اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا]۔حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے ایسا کردیا ہے۔نیز ارشادہے: ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴾ أحزاب/۵[تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو]۔نیز ارشادہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْأَيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ النحل/۱۰۶[جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے]۔

۳۔غلطی اور بھول چوک کی پکڑ نہیں ہے لیکن اہل علم نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بھول یا نادانی یا غلطی سے ایسا کام چھوڑ دے جس

کا حکم دیا گیا ہے تو اس کام کے دوبارہ کئے بغیر اس کی ذمہ داری ختم نہیں ہوگی۔ لیکن اگر غلطی یا بھول یا نادانی کی بنا پر کوئی ایسا کام کرڈالے جس سے روکا گیا ہے تو اس کی عبادت مکمل ہو جائے گی اور اسے دہرانا نہیں پڑے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے بھول کر طہارت کے بغیر صلاۃ ادا کرلی تو اس پر گناہ نہ ہوگا لیکن اسے صلاۃ دہرانی پڑے گی کیونکہ طہارت ایسا عمل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی نے نادانی سے اس حالت میں صلاۃ پڑھ لی کہ اس کے کپڑے پر گندگی لگی ہوئی تھی تو اس کی صلاۃ درست ہوگی اور دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ زبردستی کرائے گئے کسی کام پر پکڑ نہیں ہے سوائے ایک حالت کے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شخص کو کسی بے گناہ کے قتل پر مجبور کرے ورنہ وہ خود قتل کر دیا جائے گا ایسی صورت میں اپنی جان بچا کر دوسرے بے گناہ کی جان لینا درست نہ ہوگا لیکن اگر کسی نے ایسا کر دیا تو جس نے زبردستی کی ہے اور جس سے زبردستی کی گئی ہے دونوں جرم میں اور قصاص میں شریک مانے جائیں گے۔

حدیث (۴۰)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ **كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ** وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ (رواه البخاري)

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو یا راہ پار کرنے والے مسافر ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: جب شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں اپنی بیماری کے لئے کچھ کرلو اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے کچھ کرلو۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

فوائدواحکام:

ا۔ دنیا مومن کے دل لگانے کی جگہ نہیں کہ سکون سے وہیں کا ہو کے رہ جائے بلکہ دنیا تو منزل سے پہلے وہ مختصر پڑاؤ ہے جہاں مسافر تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرتا ہے اور آگے جانے کے لئے ہمہ تن تیار رہتا ہے ۔ ارشاد ہے:

﴿يَاقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ المؤمن/۳۹[اے میری قوم! یہ حیات دنیا متاع فانی ہے، یقین مانو کہ قرار اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے]۔

نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب ، میری مثال تو اس سوار کی ہے جس نے کسی درخت کے سایہ میں قیلولہ کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چلتا بنا۔(ابن ماجہ، ترمذی)

۲۔ تعلیم دینے کا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ معلم اپنی بات کہنے سے پہلے طالب علم کی توجہ اپنی طرف موڑ لے، نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے انھیں اپنی طرف متوجہ کر کے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

۳۔ اپنے نفس کا محاسبہ انتہائی ضروری ہے کہ اس سے اللہ کے حقوق میں کتنی کوتاہی ہوئی ہے اور بندوں کے حقوق میں کتنی ؟ کیونکہ اسی سے حالات درست ہوسکتے ہیں اور دنیا کی طرف میلان ختم کر کے عبادت واطاعت میں لگا جا سکتا ہے۔

۴۔موت سے قبل مہلت حیات کو اور بیماری سے قبل تندرستی کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ جب تک آدمی تندرست ہوتا ہے کشادہ دلی اور اطمینان خاطر کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے لیکن بیماری کی حالت میں عبادات میں گرانی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن یاد رہے کہ اگر وہ ان عبادات کا صحت کی حالت میں عادی تھا تو بیماری کی حالت میں اس کا وہی اجر لکھا جائے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب بندہ بیمار پڑتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے وہی عمل لکھا جاتا ہے جسے وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔(بخاری)

ایسے ہی موت کے ذریعہ انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اور جب انسان اور عمل کے درمیان موت رکاوٹ بن کر کھڑی ہوجاتی ہے تو انسان دنیا کی طرف واپس آنے کی تمنا کرنے لگتا ہے تاکہ اسے عمل کا دوبارہ موقع مل سکے لیکن اب حسرت وندامت کے سوا چارہ نہیں۔ارشاد باری ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحاً فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ المؤمنون/۹۹۔۱۰۰[یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پیچھے تو ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ایک حجاب ہے]۔

حدیث (۴۱)

عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ**

(حديث صحيح رويناه في كتاب الحجة بإسناد صحيح)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔ (حدیث صحیح ہے کتاب الحجہ میں بہ سند صحیح ہمیں اس کی روایت ملی ہے)

فوائد واحکام:

۱۔ انسان اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی محبت رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے، آپ کے

دیئے ہوئے حکموں سے محبت کرے اور آپ کی روکی ہوئی چیزوں سے نفرت کرے۔

جن لوگوں کی محبت اور خواہش رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہیں ہے وہ کئی طرح کے لوگ ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو پوری طرح آپ کی شریعت سے بیزار ہیں ایسے لوگ کافر ہیں، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اپنے دل سے بیزار ہیں لیکن زبان واعضاء سے اقرار کرتے ہیں ایسے لوگ منافق ہیں، تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کبھی اپنی خواہش پہ چلتے ہیں اور کبھی شریعت پہ، حکموں کے اتباع میں کچھ کوتاہی کرتے ہیں اور بعض حرام کام کے مرتکب ہوتے ہیں ایسے لوگ مومن فاسق ہیں، اپنے ایمان واتباع کی بنیاد پر مومن ہیں اور اپنی مخالفت ومعصیت کی بنا پر فاسق ہیں۔

۲۔ حدیث میں خواہشات نفس کی مذمت وارد ہوئی ہے خصوصا جب وہ شریعت کے خلاف ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ تمام بدعات وخرافات اور تمام نافرمانیوں کی جڑ یہی ہے کہ لوگ خواہشات نفس کو کتاب وسنت پر مقدم رکھتے ہیں۔

حدیث (۴۲)

عَـنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ **قَـالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ عَلَىٰ مَا كَانَ مِنْکَ وَلاَ أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عِنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لاَ تُشْرِکُ بِي شَيْئاً لَأَتَيْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً** (رواه الترمذي وقال حديث حسن صحيح)

ترجمہ:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اے آدم کے بیٹے! تو جب بھی مجھ سے دعا کرتا ہے اور مجھ سے امید لگاتا ہے تو تیرے ہر طرح کے عمل کے باوجود میں تجھے بخش دیتا ہوں اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے

بخش دوں گا۔اے آدم کے بیٹے !اگرتو میرے پاس زمین بھرغلطیاں لے کے آیا پھر مجھ سے تو نے اس حالت میں ملاقات کی کہ میرے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا تھا تو میں تیرے پاس زمین بھرمغفرت لے کے آؤں گا۔

(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح قرار دیا ہے)۔

فوائدواحکام:

۱۔ یہ اس کتاب کی آخری حدیث ہے اور نہایت اہم اور بنیادی باتوں پر مشتمل ہے۔اسے حسن خاتمہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔اس حدیث میں مغفرت کے تین اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

[۱]۔دعاوامید

[۲]۔استغفار

[۳]۔شرک سے اجتناب

[۱] دعااورامید۔اللہ تعالی نے دعا کاحکم دیا ہے اورقبولیت کا وعدہ کیا ہے۔ارشادہے:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾المؤمن/۶۰ [اورتمھارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعاؤں کوقبول کروں گا]۔واضح رہے کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں، یا تو بعینہ مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے یا دعا کے مطابق کوئی مصیبت ٹل جاتی ہے یا دعا کا

اجر وثواب آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالی سے دعائیں کرتا رہتا ہے، اس کی رحمتوں کا طالب اور اس کی مغفرت کی امید رکھتا ہے، کبھی مایوسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر اور دعا کی قبولیت میں رکاوٹ ہے۔

[۲] استغفار۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ سے مغفرت طلب کرے۔ مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عیب کو چھپا دے اور اسے معاف کردے۔ دنیا میں لوگوں کو اس کے گناہ کی اطلاع نہ ہونے پائے تاکہ کوئی فضیحت نہ ہو اور آخرت میں بھی معاف ہو جائے۔ اسی لئے بروز قیامت اللہ تعالی مومن بندے کے ساتھ خلوت میں ہو کر اس کے گناہوں کا اعتراف کرائے گا اور پھر فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج میں انھیں تیرے لئے بخش دیتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

اسی لئے اپنے گناہوں کا اعلان کرتے پھرنا یا صرف کسی ایک شخص کو ہی اس کی اطلاع دینا بہت سنگین غلطی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: میری تمام امت معافی کے قابل ہے سوائے علانیہ گناہ کرنے والے کے اور علانیہ گناہ کرنا یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی کام کرے صبح ہونے تک اللہ نے اس کے کرتوت پر پردہ ڈال رکھا تھا پھر وہ خود دوسروں سے کہنے لگے: اے فلاں!

میں نے کل رات ایسے ایسے کیا حالانکہ اس کے رب نے اس کے عمل پر پردہ ڈال رکھا تھا اس نے خود اللہ کا پردہ چاک کر دیا۔(بخاری ومسلم)

نبی ﷺ بہ کثرت توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔(بخاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں نبی ﷺ کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سو بار شمار کرتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (أبوداود، ترمذی)[اے میرے رب مجھے بخش دے، اور میری توبہ قبول کر یقیناً تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم وکرم والا ہے]۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کی کئی آیات میں استغفار کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ محمد/۱۹[اللہ تعالی سے اپنے گناہوں اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے]۔

استغفار ایک تو مطلق ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر حال میں استغفار کرتا رہے اور دوسرا مقید ہے جو بعض اوقات ومقامات کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر ہم آئندہ سطور میں کر رہے ہیں:

(۱) فرض صلاتوں کے بعد۔ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تھے تو تین

بارا استغفر اللہ کہتے تھے۔(مسلم)

(۲) گناہ کے بعد۔ارشاد باری ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾آل عمران/۱۳۵[جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہوجائے یا کوئی گناہ کربیٹھیں تو فورا اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں فی الواقع اللہ تعالی کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟]

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو اس سے قسم لیتا ہوں اگر اس نے مجھ سے قسم کھائی تو اس کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور آپ نے سچ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو مسلمان کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں صلاۃ پڑھے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالی اس کی مغفرت کردیتا ہے۔(یہ روایت سنن میں بہ سند جید مروی ہے)

(۳) بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تھے تو غفرانک پڑھتے تھے۔(ابوداود،ترمذی)

(۴) آخری تشہد کے بعد۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کو کوئی ایسی دعا سکھلادیں جسے وہ صلاۃ کے اندر پڑھا

کریں تو آپ ﷺ نے ان کو یہ دعا سکھلائی: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (متفق علیہ) [اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور صرف تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے تو مجھ کو اپنے پاس سے خصوصی مغفرت اور بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم کر یقیناً تو بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے]۔

علی رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کے اندر اس طرح ہے کہ نبی ﷺ صلاۃ کے آخر میں تشہد اور سلام پھیرنے کے درمیان یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَاإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔ [اے اللہ مجھ کو بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا ہے اور جو کچھ میں نے بعد میں کیا ہے اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا ہے اور جو کچھ میں نے علانیہ کیا ہے اور جو کچھ میں نے حد سے تجاوز کیا ہے اور جو کچھ تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں]۔ (صحیح مسلم)

(۵) رکوع اور سجدہ کے اندر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ کے اندر یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ [اے اللہ،اے ہمارے رب ! میں تیری تسبیح اور تیری حمد بیان کرتا ہوں ، اے اللہ ! تو مجھ کو بخش دے]۔

(٦) دونوں سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پڑھتے : رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ (ابوداود)[اے میرے رب مجھے بخش دے،اور مجھ پر رحم فرما،اور مجھے غنی کردے اور مجھے بلندی نصیب کر، اور مجھے رزق سے نواز اور مجھے ہدایت دےاور مجھے عافیت عطا فرما]۔

(٧) بوقت سحر۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنے مومن بندوں کےاوصاف بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ﴾ آل عمران/١٧[اوروہ رات کے پچھلے پہراستغفارکرتے ہیں]۔ نیزارشادہے: ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ الذاریات/١٨ [اوروہ وقت سحراستغفارکیا کرتے تھے]۔

حدیث میں بالکل صحیح سند سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالی رات کے آخری تیسرے پہر آسمان دنیا پرنزول فرماتا ہےاور کہتا ہے: کیا ہے کوئی سائل جسے میں عطا کروں؟ کیا ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا میں قبول

کروں؟ کیا ہے کوئی استغفار کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔(متفق علیہ)

استغفار کے لئے سب سے شاندار الفاظ وہ ہیں جنھیں حدیث میں سید الاستغفار کا نام دیا گیا ہے اور جس کے الفاظ اس طرح ہیں: اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَاإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَىٰ عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ (ترجمہ:اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر(قائم) ہوں جس قدر طاقت رکھتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا)

سید الاستغفار کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی بندہ یقین کے ساتھ اسے صبح میں پڑھ لے اور شام ہونے سے پہلے اسی دن اس کی موت ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر یقین کے ساتھ یہ دعا رات میں پڑھ لے اور صبح ہونے سے پہلے مر جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔(بخاری)

واضح رہے کہ زبانی طور پر استغفار کے کلمات دہراتے رہنا اور گناہ

پر اصرار کئے جانا قطعاً سود مند نہیں اسے صرف ایک دعا کی حیثیت حاصل ہوگی اللہ چاہے تو قبول کرے ورنہ رد کردے۔ فائدہ مند استغفار وہ ہے جس میں دل وزبان کی موافقت ہو، اپنے کئے پر شرمندگی ہو اور دوبارہ گناہ کی طرف نہ پلٹنے کا پختہ عزم ہو۔

[۳] شرک سے اجتناب: حدیث میں شرک سے اجتناب کو مغفرت کا تیسرا سبب قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت شرک سے اجتناب اور توحید کا اختیار مغفرت کی اساس اور اس کا سب سے بڑا سبب ہے، جس کے پاس توحید نہیں اس کی مغفرت نہیں اور جس کے پاس توحید ہے اس کے لئے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ النساء/۴۸، ۱۱۶ [یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے]۔

جو شخص کلمۂ توحید کا پورا پابند تھا اور جس نے اپنے دل سے غیر اللہ کی محبت وتعظیم، ہیبت وجلال، خوف وخشیت، توکل واعتماد، اور امید وبیم نکال باہر کی اس کے گناہ جل اٹھیں گے خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نیکیوں میں بدل جائیں۔

شرک ایسا منحوس اور خطرناک عمل ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان

کی مغفرت نہیں ہوسکتی ۔شرک اس روئے زمین پر کئے جانے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔شرک کرنے والے انسان پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔شرک کیا ہے؟ حدیث (۲۹) میں بیان کیا جاچکا ہے۔ شرک کی مذمت میں بے شمار آیات واحادیث ہیں۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی توحید پر ثابت قدم رکھے اور شرک سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

وصلى الله على نبينا وسلم